يد الله على الجماعة ترمذی لا جماعة الا بامارة دارمی

جماعت اہل حدیث کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ
تنظیم اہل حدیث
لاہور

بانی: محدث حافظ محمد عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ
حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ
حافظ محمد جاوید روپڑی رحمہ اللہ

نگران اعلیٰ: صاحبزادہ عارف سلمان روپڑی
مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالغفار روپڑی

جلد 58 | شمارہ 23 | جمعۃ المبارک 13 تا 19 جون 2014ء | فون 042-37656730 | فیکس 042-37659847

چار صفات

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَآأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿﴾ "اے لوگو تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت آچکی ہے، یہ دلوں کے امراض کی شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے" اللہ تعالیٰ کا اُمت محمدیہ پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے بے شمار خوبیوں اور منفرد صفات کی حامل کتاب (قرآن مجید) ان کی رہنمائی کے لیے نازل فرمایا ہے۔ لیکن آیت مذکورہ کے تحت یہاں قرآن مجید کی صرف چار صفات کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

پہلی صفت موعظت ہے اور موعظت ایسی نصیحت کو کہتے ہیں جو انسان کی توجہ کو دنیا کے انہماک سے ہٹا کر اللہ کی یاد اور روز آخرت کی طرف مبذول کرے کیونکہ اس سے دلوں میں رقت (خوف الٰہی)، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے لگاؤ پیدا ہوتا ہے۔ دوسری صفت یہ ہے کہ قرآن دلوں کی بیماریوں مثلاً شرک اور کفر کا عقیدہ، حسد، بغض، خود غرضی، بخل، لالچ وغیرہ کے لیے شفا کا کام دیتا ہے اور جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل کرتا ہے یہ روگ از خود اس کے دل سے دور ہو جاتے ہیں۔ تیسری صفت یہ ہے کہ قرآن مجید انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں مکمل رہنمائی فراہم کرتا اور ہر فرد کے الگ الگ حقوق متعین کرتا اور ایسے قوانین بتلاتا ہے کہ جس سے معاشرہ کے افراد میں سے کسی کے حقوق نہ سلب ہوں۔ چوتھی صفت یہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید پر عمل پیرا ہوتا ہے یا جو معاشرہ یا حکومت اس کی اتباع (اس کو قانون الٰہی کے طور پر نافذ کرتی ہے) اس پر اس دنیا میں بھی اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ہوگا۔ یہ کتاب اللہ رب العزت کی ایسی نعمتوں کا راستہ بتلاتی ہے جو لازوال ہیں انہیں کبھی فنا نہیں۔ مثلاً اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ اور جنت کی ابدی نعمتیں وغیرہ۔

سیدنا زید بن ارقم ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی کتاب میں ہدایت اور روشنی ہے جس نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا وہ ہدایت پر قائم ہو گیا اور جس نے اس سے غفلت برتی وہ گمراہ ہو گیا" (مسلم)

www.jaamia.com weekly.tanzeem@gmail.com

درس حدیث — حافظ عبدالوحید روپڑی (سرپرست جماعت اہلحدیث)

حصول امن کے سنہری اصول بزبان رسول مقبول

عَنِ الْمَعْرُوْرِ قَالَ لَقِيْتُ اَبَاذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلٰى غُلَامِهٖ حُلَّةٌ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنِّيْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهٗ بِاُمِّهٖ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ ((يَا اَبَا ذَرٍّ اَعَيَّرْتَهٗ بِاُمِّهٖ، اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ)) معرورؒ ربذہ مقام میں ابوذرؓ سے ملے وہ ایک جوڑا پہنے ہوئے تھے اور ان کا غلام بھی ایک جوڑے میں ملبوس تھا میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو انھوں نے فرمایا: میں نے "عہد رسالت میں" ایک غلام کو برے الفاظ کہتے ہوئے اسے اس کی ماں کی غیرت دلائی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا تھا اے ابوذرؓ تو نے اسے ماں کی عار دلائی ہے تجھ میں ابھی زمانہ جاہلیت کا اثر باقی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یاد رکھو" تمہارے ماتحت لوگ تمہارے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے "اپنی کسی مصلحت کی بنا پر" انھیں تمہارے قبضہ میں دے رکھا ہے لہٰذا جس کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو تو وہ اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے اسے کسی ایسے کام کی تکلیف نہ دو جو اس کے لیے مشکل ہو جائے، اگر ان کے ذمہ کوئی سخت کام لگاؤ تو ان کی مدد کرو۔

(بخاری بشرح الکرمانی کتاب الایمان باب المعاصی من امر الجاهلیة ج 1 ص 195 رقم الحدیث: 30)

حضرت ابوذرؓ بہت بڑے زاہد و عابد اور ربذہ کے مقام پر قیام پذیر تھے۔ انھوں نے حضرت بلالؓ کو ان کی والدہ کے سیاہ فام ہونے کی عار دلائی جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذرؓ تجھ میں ابھی زمانہ جاہلیت کا اثر باقی ہے یہ سن کر ابوذرؓ اپنے رخسار کے بل خاک پر لیٹ گئے اور کہنے لگے جب تک حضرت بلالؓ میرے رخسار پر اپنا قدم نہیں رکھیں گے میں مٹی سے نہیں اٹھوں گا۔ غلطی سے کوئی انسان مبرا نہیں ہوتا اگر غلطی کا احساس ہو جائے تو انسان کے لیے اپنی اصلاح ممکن ہوتی ہے، جیسا کہ صحابی رسول ابوذرؓ نے غلطی کا احساس کرتے ہوئے اپنا رخسار زمین پر رکھ کر حضرت بلالؓ کو اوپر قدم رکھنے کا کہا تا کہ ان کے دل کا ملال ختم ہو جائے، یہی وہ چیز ہے جس کی طرف اسلام انسانوں کو بلاتا ہے کہ تم بحیثیت انسان سب برابر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی عزت و تکریم والا ہے جو متقی و پرہیزگار ہو، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے معزز وہ ہے جو صاحب تقویٰ ہو۔ اسی طرح اسلام نے حاکم اور محکوم کے فرق کو ختم کرتے ہوئے مالک کو ان پر آسانی اور نرمی کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا ہے تا کہ دلوں کے اندر بعد کی جگہ قرب اور نفرت کی جگہ محبت پیدا ہو اور جس معاشرہ میں یہ چیز پیدا ہوگی وہ معاشرہ پر امن اور سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے سب سے زیادہ زور اسی بات پر دیا ہے۔

(بقیہ ص:26)

جماعت اہل حدیث کا خصوصی ترجمان
ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور
بانی: حافظ عبدالوہاب روپڑی فاضل ام القریٰ مکہ مکرمہ

اداریہ — پروفیسر میاں عبدالمجید

جامعہ اہلحدیث لاہور کی تقریب بخاری

یونیورسٹی ہو کالج یا سکول ہو یا دینی ادارہ اس کی ختمی کلاس کی سند یا ڈگری عطا کئے جانے کا دن ادارے کے لیے موسم بہار کا جوبن کا دن ہوتا ہے، جن طلباء کو علمی منازل طے کرنے، پر عبائے فضیلت و دستار فضیلت زیب تن یا زیب سر کرنے کا موقع ملتا ہے وہ اپنی کامیابی پر شاداں و فرحاں ہوتا ہے اس کے والدین، اعزاء و اقرباء اپنے عزیز کی خوشیوں میں شمولیت کے لیے مسکراتے چہروں سے تقریب میں شامل ہوتے ہیں۔ ادارے کے باقی طلباء ایک طرف اپنے سینئرز کی کامیابی پر خوش ہوتے ہیں تو دوسری طرف اپنے ادارے کو ملنے والی نیک نامی ان کے لیے باعث مسرت ہوتی ہے۔ جامعہ اہلحدیث لاہور جو کہ اس وقت ملک کے معروف ترین مدارس میں سے ایک ہے اس کی تقریب تکمیل بخاری شریف مورخہ 6 جون بروز جمعۃ المبارک مقرر کی گئی تھی۔

1914ء میں مجتہد العصر حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ نے ہندوستان کے ضلع انبالہ کے معروف شہر روپڑ میں جامعہ اہلحدیث کی بنیاد رکھی۔ مالی وسائل کی کمی برصغیر میں مسلمانوں کی معاشی زبوں حالی اس دور میں انتہائی بے سروسامانی میں جس ادارے کی بنیاد رکھی گئی تھی اس وقت کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ ننھی کونپل ایک دن شجر سایہ دار کا روپ دھارے گی اور اس ادارے کے فیض یافتگان ملک کے طول و عرض میں ہی نہیں بلکہ بیرون ملک بھی نور علم سے ظلستان کفر و شرک کو منور کرنے کا فریضہ ادا کریں گے۔

تقسیم ہند کے بعد پاکستان کے اندر ادارے کو از سر نو شروع کرنا یقیناً ایک جانگسل مرحلہ تھا۔ 33 سال ایک ادارے کو خون جگر دے کر پروان چڑھایا اور پھر آناً فاناً اسے چھوڑ کر اہل و عیال کے ساتھ پارچات پوشیدنی میں ہجرت کرنے کے کرب کو صرف وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں جو اس مرحلے سے گزرے ہوں۔ حضرت حافظ صاحبؒ کو نوزائیدہ ملک میں قدم رکھتے ہی اپنے اہل و عیال کو چھت مہیا کرنے سے زیادہ اس ادارے کی فکر تھی جسے وہ اللہ کے سہارے چھوڑ آئے تھے۔ چنانچہ آپ نے پہلا کام یہ کیا کہ ریلوے سٹیشن

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالغفار روپڑی
مدیر: پروفیسر میاں عبدالمجید
مدیر انتظامی: حافظ عبدالوہاب روپڑی
معاون مدیر: حافظ عبدالجبار مدنی
نائب مدیر: مولانا عبداللطیف حلیم
مینجر: حافظ عبدالظاہر 0300-8001913
Abdulzahir143@yahoo.com
کمپوزنگ: محمد عظیم بھٹی 0300-4184081

فہرست

درس حدیث 1
اداریہ 2
الاستفتاء 5
تفسیر سورۃ الاعراف 7
طاغوتی طاقتوں کا ہدف 9
جنتی کون؟ 11

زر تعاون

فی پرچہ....10 روپے
سالانہ....500 روپے
بیرون ممالک 200 ریال (امریکی 150 ڈالر)

مقام اشاعت

ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" رحمن گلی نمبر 5 چوک دالگراں لاہور 54000

کے نزدیک نشتر روڈ (برانڈرتھ روڈ) کی رحمن گلی نمبر 5 میں مسجد اور جامعہ اہلحدیث کی بنیاد رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اہل وعیال اور خاندان کے لیے گلیم پر ماڈل ٹاؤن کی خوبصورت کالونی میں رہائش کا انتظام بھی کر دیا۔

حضرت حافظ صاحبؒ بڑھاپے کی منزلیں طے کر رہے تھے ان کے قویٰ مضمحل لیکن عزم جواں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان ہی کے تعلیم و تربیت یافتہ دو بھتیجے حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ اور حافظ عبدالقادر روپڑیؒ ان کے معین و مددگار بنا دیئے۔ جماعتی حلقوں میں انھیں ''شیراں دی جوڑی'' کہا جاتا تھا۔ پاکستان کے اطراف و اکناف میں کوئی شہر، کوئی قصبہ، کوئی قریہ ایسا نہیں جہاں ان دو بھائیوں نے کتاب وسنت کی آواز بلند نہ کی ہو۔ ان کی تبلیغ سے پتھر بھی موم ہو جاتے تھے جس بستی میں صرف ایک اہلحدیث فرد ہوا کرتا تھا اس وطن کی مٹی گواہ ہے کہ ان دو بھائیوں کی تبلیغ سے نہ صرف وہ ایک بستی بلکہ گرد و نواح کی بستیاں بھی مسلک حقہ قبول کر لیتی تھیں۔ دونوں بھائیوں کی آواز میں اللہ تعالیٰ نے وہ تاثیر رکھی تھی کہ نماز عشاء کے بعد ان کا خطاب شروع ہوتا تو فجر کی اذان کا وقت ہو جاتا لیکن کیا مجال ایک فرد بھی اپنی جگہ سے ہل جائے۔ حاملین شرک و بدعت نے اس بڑھتے ہوئے طوفان کو روکنے کے لیے مناظرے کا سہارا لیا، الحمدللہ حافظ عبدالقادر روپڑیؒ اس میدان میں نہ صرف حریف کو پچھاڑ دیتے بلکہ حاضرین کے دل اس طرح مسخر کر لیتے تھے کہ جو لوگ مسلک اہلحدیث کی مخالفت میں زر کثیر خرچ کر کے مناظرہ لاتے تھے جب مناظرہ ختم ہوتا تو سب سے پہلے وہ مخالف ہی مسلک اہلحدیث قبول کرنے کا اعلان کرتے۔

ارض وطن پر اس کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں اور پھر اچانک حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ اپنی محنت شاقہ کا معاوضہ لینے کے لیے اپنے مالک و خالق کے پاس جا پہنچے۔ یہ صدمہ بوڑھے چچا اور جوان بھائی کے لیے انتہائی اندوہناک تھا، حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ جیسا داعی اور مبلغ دین کہاں سے ملتا؟ حافظ عبدالقادر روپڑیؒ جہاں سٹیج پر شیر بن کر گرجا کرتے تھے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ سٹیج پر گھنٹوں رویا کرتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ان کا رونا اتنا پیارا لگا کہ ایک طرف تو پورا مجمع ان کے ساتھ آنسوؤں اور ہچکیوں میں شریک ہوتا۔ اس درد میں ڈوبی ہوئی آواز میں ایسی تاثیر اللہ رب العزت نے رکھ دی کہ تقریر ختم ہونے پر لوگ اٹھ اٹھ کر مسلک اہلحدیث میں شمولیت کا اعلان کرتے تھے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت حافظ صاحبؒ کو مولانا محمد حسین شیخوپوریؒ جیسا رفیق تبلیغ عطا فرمایا تحریر طویل ہو گئی۔ دراصل اس دور میں حافظ صاحب کے خطابات کا تصور کر کے میری آنکھیں نمناک ہو گئیں۔

بات ہو رہی تھی جامعہ اہلحدیث کی، مختصراً یہ ادارہ ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے دو انتہائی مخلص، بے لوث، دیانتدار، اسلاف کی امانت کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہوئے شب و روز اس کی آبیاری میں مگن ہیں۔ میری مراد شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی حفظہ اللہ اور مفسر قرآن حافظ عبدالوہاب روپڑی حفظہ اللہ ہیں۔ تدریسی میدان میں اللہ تعالیٰ نے پھر ''شیراں دی جوڑی'' اکٹھی کر دی ہے لیکن تبلیغی میدان میں حافظ عبدالغفار صاحب صرف مسجد قدس میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں بیرون شہر وقت نہیں دیتے۔ تاہم حافظ عبدالوہاب صاحب اپنے تدریسی فرائض پوری تندہی سے سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ بیرون شہر تبلیغی فریضہ بھی سرانجام دیتے ہیں۔ ان کا انداز گفتگو حافظ عبدالقادرؒ سے اتنا مشابہ ہے کہ بہت سے بزرگ انھیں دیکھ کر حافظ صاحب کی یاد میں آنسو بہاتے ہوئے ان کی پیشانی چومتے ہیں۔ میرا قلم یادرفتگاں میں شاید اس لیے بھی بہک رہا ہے کہ جامعہ اہلحدیث کی بنیاد 1914ء میں رکھی گئی تھی اور اب 2014ء کی تکمیل بخاری شریف کی تقریب اس جامعہ کا صد سالہ جشن بھی ہے، پھر میں کیوں نہ اس جامعہ کے بانیان کو خراج عقیدت پیش کروں۔

سال گذشتہ حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کے فرزند ارجمند جناب حافظ محمد جاوید روپڑیؒ سٹیج پر رونق افروز تھے۔ باوجود پیرانہ سالی اور شدید بیماری کے وہ اسٹیج پر بیٹھے اپنے والد بزرگوار کے لگائے ہوئے پودے کو پھلا پھولا دیکھ کر مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ مہمانوں کے ساتھ کھڑے ہو کر فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی اور سندیں عطا کر رہے تھے۔ آج رات سٹیج ان سے بھی خالی تھا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے فرزند ارجمند جناب شعیب بن جاوید روپڑی کو ان کا اس دینی محاذ پر صحیح جانشین بنائے اور وہ اپنے عم زاد بھائیوں کے تدریسی معاملات میں دست و بازو بنیں۔

امسال حسب سابق تقریب تکمیل بخاری کا آغاز خطبہ جمعہ سے ہوا، خطبہ جمعۃ المبارک خاندان روپڑی کے علمی وارث اور اس خاندان کے بزرگ حافظ عبدالوحید روپڑی سرپرست اعلیٰ جماعت اہلحدیث پاکستان نے ارشاد فرمایا۔ میں طوالت کے خوف سے ان کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ تو بیان نہیں کرسکتا، صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ حضرت حافظ صاحب کو بھی ابنائے جامعہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جب وہ منبر پر کھڑے ہوتے ہیں تو سامعین ان کے نورانی چہرے پر نظریں جمائے موتیوں جیسے الفاظ کو اپنے دلوں میں جذب کرتے ہوئے خواہش کرتے ہیں کہ کاش وقت کی سوئیاں رُک جائیں اور ہمارے اسلاف کی یہ نشانی اسی طرح گوہر بار رہے اور جب خطبے کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو سامعین اپنی تشنگی کو حرز قلوب بنائے ہوئے وقت کی تنگ دامانی پر شکوہ کناں ہوتے ہیں۔ ہم ان کے لیے دعا گو ہیں کہ وہ قرآن وسنت کی منور کرنوں سے ہمیشہ ہمارے دلوں کو منور فرماتے رہیں۔ نماز جمعہ کے بعد انھوں نے نہایت رقت آمیز لہجے میں انتہائی خشوع وخضوع سے دعا کرائی۔

بعد نماز جمعہ جامعہ اہلحدیث کے شیخ الحدیث مولانا مفتی عبیداللہ خاں عفیف نے بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس دیا۔ مولانا صاحب کے 43 سال تدریس بخاری کی خدمت میں بسر ہو چکے ہیں۔ اس دفعہ جامعہ کی انتظامیہ نے یہ خوبصورت مثال قائم کی ہے کہ آخری حدیث کے درس کے لیے متعلقہ استاد کو یہ اعزاز بخشا ہے۔ ان کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صدیقی نے علم کی اہمیت پر خطاب فرمایا۔

بعد نماز عصر پروفیسر عبیدالرحمن محسن بن مولانا محمد یوسفؒ راجووالوی اور شہید ملت حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کے جانشین صاحبزادہ انجینئر علامہ حافظ ابتسام الٰہی ظہیر نے سیرت بخاری اور صحت بخاری پر خطاب فرمایا۔ ان کے بعد مولانا عبداللہ نثار نے بڑے مدلل انداز میں تقریب بخاری کی مناسبت سے خطاب فرمایا کہ صرف اور صرف اہلحدیث ہی العلماء ورثة الانبیاء کے مصداق ہیں۔

بعد ازاں جماعت اہلحدیث پاکستان کے سینئر نائب امیر حضرت مولانا محمد شریف حصاروی آف کراچی نے خطاب فرمایا۔ تقریب کے حوالے سے انھوں نے ثقاہت وفقاہت امام بخاری اور حدیث کے بھی وحی الٰہی ہونے پر دلائل دیے۔ بعد نماز مغرب مولانا قاری عبدالحفیظ فیصل آبادی نے خطاب فرمایا۔ اس کے بعد کھانے کا وقفہ تھا، بعد نماز عشاء آخری نشست تھی اس میں مولانا منظور احمد، مولانا حافظ محمد یوسف پسروری، قاری عبدالرحیم کلیم، قاری سیف اللہ عابد، مولانا نعیم بٹ، مولانا عبدالرحمن شیخوپوری، مولانا محمد سلیمان شاکر، مولانا محمد رفیق طاہر، مولانا عبدالرحیم گجر نے خطابات کیے۔ سٹیج پر مسئلہ نور وبشر پر اہلحدیث اور بریلوی مکتبہ فکر کے درمیان مناظرہ ہوا، دونوں طرف سے اتنے پرزور دلائل دیے گئے کہ بالکل حقیقی مناظرے کا گمان ہوتا تھا، جس میں اہلحدیث عالم جیت گئے۔

جامعہ سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء کے اسماء گرامی حافظ احسان الٰہی، حافظ ابوبکر، حافظ عبداللہ آصف، حافظ عبدالمنان، یونس بلوچ، سیف اللہ قصوری، ندیم گجر، سلمان محمدی کی دستار بندی کی گئی اور جامعہ کے تمام شعبوں میں اول، دوئم، سوئم آنے والے طلباء کو انعامات سے نوازا گیا، حافظ عبدالوہاب روپڑی حفظہ اللہ نے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ "القدس ماڈل ہائی سکول" کے قیام کا اعلان فرمایا اور یہ بھی اعلان کیا کہ آئندہ سال سے درس نظامی کی فراغت کے ساتھ بی اے کا امتحان بھی دلایا جائے گا۔

ڈاکٹر عظیم الدین زاہد لکھوی بن مولانا معین الدین لکھوی، مرزا اقبال بیگ، میاں محمد جمیل، قاری محمد یعقوب شیخ، پروفیسر سیف اللہ خالد اسلام آباد، خالد ممتاز بھلی، میاں ظفر احمد وٹو، قاری خبیب الحسن بھٹی، مولانا اسلم صادق، حافظ خالد محمود انصاری، مولانا عبدالرزاق عابد، مولانا بلال احمد مدنی، شیخ مقصود احمد، میاں محمد اشرف، حافظ عبدالحنان، مولانا عبدالقدیر بٹ، مولانا محمد عباس غازی، مولانا محمد بشیر سلفی، مولانا افضل سلفی مولانا عبدالرزاق ساجد، شیخ محمد اصغر، مولانا محمد یونس خلیق، حافظ عبدالرزاق روپڑی سٹیج پر تشریف فرما تھے۔

(بقیہ ص:15)

الاستفتاء

حافظ عبدالوہاب روپڑی

مسئلہ طلاق ثلاثہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور شرح متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک عورت اپنے خاوند سے ناراض ہو کر اپنے والدین کے پاس چلی گئی، عرصہ سات آٹھ ماہ وہیں قیام پذیر رہی اور خاوند نے بھی اس کو لانے کی کوشش نہ کی۔ عورت نے طلاق بذریعہ خلع عدالت حاصل کرنے کا ارادہ کیا اس بات کا جب خاوند کو علم ہوا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ عدالت میں طلاق حاصل کرنے کا دعویٰ نہ کرو، میں خود ہی تمہیں طلاق دے دیتا ہوں تو خاوند نے عرضی نویس سے طلاق نامہ پر تین طلاقیں لکھوا کر بیوی کے حوالے کر دیں۔ اب ساہ آٹھ ماہ گزرنے کے بعد خاوند اپنی بیوی کو گھر لانا چاہتا ہے اور بیوی بھی خاوند کے گھر میں آباد ہونے کے لیے تیار ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں یہ آباد ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ہو سکتے ہیں تو کس طرح؟

سائل: احمد علی سیف خانیوال چوک، ضلع وہاڑی

الجواب بعون الوہاب: بشرط صحت سوال حدیث میں ہے: کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ وابی بکر و سنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم.

عہد رسالت ﷺ خلافت صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دور فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلے دو سال ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں جب مردوں نے عورتوں کی زندگی اجیرن بنادی تو ان کی شکایت پر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطور تعزیر (سیاسی) ایک مجلس کی تین طلاقیں تین جاری کردیں۔ [مسلم جلد اول کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث ج 5 جز 10 ص 60 رقم الحدیث: 1472]

اغاثة اللهفان. [ج ا ص 349] جب حالات درست ہو گئے تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس سیاسی حکم سے رجوع کر لیا تھا۔

قرآن مجید میں ہے: الطلاق مرتان. [البقرہ] رجعی طلاق (جس کے بعد دوران عدت یعنی تین حیض یا وضع حمل رجوع ہو سکتا ہے) دو مرتبہ ہے۔

مسند امام احمد میں ہے: عن عباس رضی الله عنه قال طلق رکانة بن عبدیزید اخوبنی مطلب امرأته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیه حزنا شدیداً قال فساله رسول الله ﷺ کیف طلقتها قال طلقتها ثلاثا قال فی مجلس واحد قال نعم قال فانما تلك واحدة فارجعها ان شئت قال فرجعها حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں پھر وہ اس پر سخت نادم ہوئے جب یہ مقدمہ عدالت نبوی ﷺ میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا اے رکانہ" یہ ایک طلاق واقع ہوئی ہے، اگر تو رجوع کرنا چاہتا ہے تو اپنی بیوی سے رجوع کر لے تو حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا۔

[الموسوعة الحدیثیة مسند امام احمد ج 4 ص 215 رقم الحدیث: 26387]

نیز اکابر علمائے احناف نے بھی اپنے فتاویٰ میں ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی شمار کیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) امام ابوحنیفہ کے تلمیذ امام محمد بن مقاتل رازی حنفی نے دوسری صدی ہجری میں ہی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیا۔

(۲) مولانا ابوالحسنات عبدالحیؒ لکھنوی حنفی نے بھی اپنے مجموعہ فتاویٰ میں تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیا ہے۔ [مجموعہ فتاویٰ عبدالحی باب الطلاق]

(۳) حافظ علی بہادر خان بمبئی لکھتے ہیں کہ اگر ایک صحبت میں تین طلاقیں دیں تو وہ ایک رجعی طلاق مانی جائے گی، رجعی سے یہ مطلب کہ شوہر اس طلاق کو واپس لے کر میاں بیوی تعلقات قائم کر سکتے ہیں۔ [حافظ علی بہادر خان، ایڈیٹر روزنامہ ہلال بمبئی ۱۱/۱۲/۵۳]

(۴) پیر کرم شاہ حنفی بریلوی فرماتے ہیں: اس فقیر کی رائج رائے یہ ہے کہ یک بارگی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیا جانا چاہیے۔

[مقالات علمیہ ص ۲۳۷ طبع لاہور]

(۵) امام ابراہیم نخعیؒ کی شخصیت وہ ہے کہ فقہی مسائل میں احناف جس پر اعتماد کرتے ہیں۔ وہ بھی ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی شمار کرتے ہیں۔ کیونکہ عہد نبوی ﷺ میں بھی یہ ایک ہی شمار ہوتی تھی۔

(۶) علامہ عینی حنفیؒ لکھتے ہیں کہ یقیناً اگر خاوند اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے تو ایک ہی واقع ہوگی۔ [عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۲۰ ص ۲۳۳، کتاب الطلاق باب من أجاز طلاق الثلاث]

جیسا کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی میرے خاوند کے دین اور خلق میں کوئی عیب نہیں، لیکن مجھے ان کی شکل پسند نہیں، اس بنا پر میں ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی آپ ﷺ نے اس کو فرمایا کیا جو باغ تیرے خاوند نے تجھے بطور حق مہر دیا ہے، اس کو واپس کردے گی، اس نے حق مہر کی واپسی کی رضامندی کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے اس کے خاوند کو حکم دیا کہ حق مہر واپس لے کر اس کو آزاد کردے۔ [بخاری مشرح الکرمانی کتاب الطلاق باب الخلع وکیف الطلاق فیہ ج ۱۹ ص ۱۵۷ رقم الحدیث ۵۲۷۳]

اسی طرح ابن عباسؓ سے ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص نے سوال کیا اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دے اور پھر اس کی بیوی اس سے خلع لے لے کیا پھر وہ دوبارہ بحیثیت میاں بیوی آباد ہو سکتے ہیں تو ابن عباسؓ نے فرمایا: وہ نکاح جدید کے کے ساتھ آباد ہو سکتے ہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن قرطبی ج4 ص83)

صورت مسئولہ میں یہ ذکر نہیں کہ بیوی نے حق مہر واپس کیا ہے یا نہیں کیونکہ خلع کی صورت میں بیوی حق مہر واپس کر کے خاوند سے طلاق حاصل کرے گی، اگر عورت نے حق مہر واپس کر دیا تو یہ خلع ہے اور اگر عورت نے حق مہر واپس نہیں کیا تو پھر یہ ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے، خلع کی صورت میں عورت کی عدت ایک حیض تھی اور طلاق رجعی کی صورت میں تین حیض جو کہ گزر چکی ہے۔ اس لیے دونوں صورتوں فریقین باہمی رضامندی اور عورت ولی کی اجازت کے ساتھ نکاح جدید سے آباد ہو سکتے ہیں اور اگر فریقین جدید نکاح کے ساتھ بحیثیت میاں بیوی زندگی بسر کریں تو شریعت کی طرف سے ان پر کوئی طعن وتاوان نہیں۔

نوٹ:

ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی قرار دینے والے بعض حضرات ایسے موقع پر حلالہ کا فتویٰ دیتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے، کیونکہ حلالہ کرنے اور کرانے والے کو رسول اللہ ﷺ نے ملعون قرار دیا ہے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ((لعن الله المحلل والمحلل له)) اس فرمان رسول کا ترجمہ پیر کرم شاہ بھیرویؒ نے اپنی تفسیر ضیاء القرآن ج ۱ ص ۱۵۹ میں اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ: "حلالہ کرنے والے پر بھی اللہ کی پھٹکار اور جس (بے غیرت) کے لیے حلالہ کیا جاتا ہے اس پر بھی اللہ کی پھٹکار۔" فقط

عمرہ سے مراجعت

سیکرٹری اطلاعات جماعت اہلحدیث پاکستان مولانا شکیل الرحمن ناصر عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد گذشتہ دنوں وطن واپس پہنچ گئے ہیں۔ ہم انھیں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس عظیم عمل کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین

(ادارہ)

تفسیر سورۃ الاعراف

حافظ عبدالوہاب روپڑی (فاضل ام القریٰ مکہ مکرمہ)

(قسط نمبر 3)

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ⑪

''ہم نے تمھیں پیدا کیا پھر تمھاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا ابلیس نے سجدہ نہ کیا''

مشکل الفاظ کے معانی:

صَوَّرْنٰكُمْ: ہم نے تمھاری صورت بنائی

ماقبل سے مناسبت:

سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی دعوت کو ترغیب اور ترہیب کے ساتھ مخلوق پر اپنی نعمتوں کی کثرت کا تذکرہ فرما کر قبول کرنے کی ترغیب دی تھی۔ اس آیت میں آدم علیہ السلام کی تخلیق اور فرشتوں نے سجدہ کروا کر ان کی تعظیم کا تذکرہ کیا ہے۔

التوضیح:

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ⑪

اللہ تعالیٰ نے انسان پر بے بہا نعمتیں کی ہیں، انسان کی تخلیق بھی بطور نعمت ہے یا ان میں سے ایک ہے اور تمام انسانوں کے باپ سیدنا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے چکنے گارے سے پیدا فرمایا، انھیں اچھی صورت عطا فرمائی اور اس میں اپنی رحمت سے روح پھونکی پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے رب کا حکم مانتے ہوئے آدم کو سجدہ کریں تو تمام فرشتوں نے سمع واطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔

تخلیق آدم اور سجدہ:

سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کرنے اور ان کی تصویر بنانے کے بعد فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کرنے کے بعد ان کی پشت سے ان کی اولاد کو پیدا فرما کر ان سے توحید الٰہی پر پختہ وعدہ لیا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کو مردوں کی پشت میں پیدا کیا گیا اور عورتوں کے رحموں میں تصویریں بنائی گئیں جبکہ صحیح مسلک یہی ہے کہ آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

آیت مبارکہ کے ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دینے سے پہلے ہی انسانوں کو پیدا کر دیا گیا تھا۔ یہیں سے نظریہ ارتقاء کی دلیل لی جاتی ہے

جواب:

اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت آدم علیہ السلام کی پشت مبارک سے قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کی روحوں کو پیدا کیا گیا تھا اور انہی روحوں سے عہد ربوبیت لیا گیا تھا جبکہ بعض علماء کے نزدیک کُمْ ضمیر سیدنا آدم علیہ السلام کی عظمت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ آپ ساری انسانیت کے باپ ہیں۔ اسی طرح سورۃ النساء کی اس آیت کا بھی یہی معنی لیا جاتا ہے کہ "اے لوگو اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تمھیں ایک نفس سے پیدا کیا پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں"

اس آیت میں ''نفس واحدہ'' سے مراد پہلا جرثومہ حیات

لیا جاتا ہے جو سمندر کے کنارے کائی سے پیدا ہوتا ہے اس جرثومہ حیات کے متعلق یہ نظریہ لیا گیا کہ وہ کٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا پھر ان میں سے ہر ایک ٹکڑا بڑا ہو کر پھٹ کر دو ٹکڑے ہوتا گیا، اس طرح زندگی میں وسعت پیدا ہوتی گئی جو جمادات سے نباتات، نباتات سے حیوانات اور حیوانات سے انسان تک پہنچی ہے۔

جواب:

اس دلیل کے باطل ہونے کا یہ واضح ثبوت ہے کہ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا کے الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ اسی جوڑے سے آئندہ نسل توالد و تناسل کے ذریعہ چلی تھی جبکہ جرثومہ حیات کی صورت یہ نہیں ہوتی آج بھی جراثیم کی پیدائش و افزائش اسی طرح ہوتی ہے کہ ایک جرثومہ کٹ کر دو حصے بن جاتا ہے اس طرح افزائش تو ہوتی چلی آتی ہے مگر ان میں توالد و تناسل کا سلسلہ نہیں ہوتا لہٰذا وہ ایک جرثومہ کے دو ٹکڑے تو کہلا سکتے ہیں لیکن زوجین نہیں کہلا سکتے۔

تیسرا اعتراض:

تیسری دلیل نظریہ ارتقاء کی یہ دی جاتی ہے کہ سورۃ (علق) میں ہے کہ ہم نے انسان کو علق سے پیدا کیا۔ علق کا معنی جما ہوا خون ہے لہٰذا وہ کہتے ہیں کہ اس سے ارتقائی زندگی کے سفر کا وہ دور مراد ہے جب جونک کی قسم کے جانور وجود میں آئے تھے اور کہتے ہیں کہ انسان بھی جانداروں کی ارتقائی شکل ہے۔

جواب:

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۚ ثُمَّ أَنْشَأْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخٰلِقِينَ ﴿١٤﴾ پھر ہم نے نطفہ سے علقہ (لوتھڑا، جما ہوا خون، خون پھٹکی) بنایا پھر لوتھڑا سے بوٹی بنائی پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر اس انسان کو نئی صورت میں بنا دیا تو اللہ تعالیٰ سب سے بہتر بنانے والا بڑا برکت والا ہے۔

(المومنون:14)

اس آیت مبارکہ میں مذکور انسانی پیدائش کے یہ تدریجی مراحل صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ رحم مادر میں ہونے والے تغیرات ہیں اور ارتقائے زندگی کے مراحل ان پر منطبق نہیں ہوتے اور قرآن میں بھی علق سے مراد جما ہوا خون ہی لیا جاتا ہے نا کہ ارتقائی مراحل کی جونک۔

نظریہ ارتقاء کی تردید:

(۱) قرآن مجید میں سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق کے سات مراحل مذکور ہیں (۱) خشک مٹی سے (۲) ارض بمعنی عام مٹی یا زمین (۳) طین یعنی گیلی مٹی یا گارا (۴) طین لازب یعنی کیچڑ (۵) حمأ مسنون بدبودار (۶) صلصال ٹھیکرا، حرارت سے پکائی ہوئی مٹی (۷) صلصال کالفخار بجنے والی ٹھیکری۔ ان ساتوں مراحل کا تعلق صرف اور صرف جمادات سے ہے ان میں کہیں نباتات اور حیوانات کا ذکر نہیں ہے۔

(ماخوذ از تفسیر تیسیر القرآن ج2 ص30-31)

اخذ شدہ مسائل:

(۱) انسان کو پیدا اور مادر رحم میں اس کی تصویر بنانے والی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے (۲) خالق حقیقی کے حکم کو بغیر کسی حیل و حجت کے ماننے میں ہی دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ اسی لیے فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم (سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو) کے سامنے سر تسلیم خم ہو کر رحمت باری تعالیٰ کے مستحق ٹھہرے (۳) احکام باری تعالیٰ کی نافرمانی باعث ہلاکت ہوتی ہے جیسا کہ ابلیس اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کر کے ہلاک ہو گیا۔

دعائے صحت کی پُرزور اپیل

محترم شہادت طور صاحب ان دنوں علیل ہیں قارئین کرام تہہ دل سے اور خصوصی اوقات میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو جلد از جلد صحتیاب فرمائے۔ آمین

(وقار عظیم بھٹی میر محمدی)

طاغوتی قوتوں کا ہدف

عطاء محمد جنجوعہ

کچھ عرصہ قبل لندن میں حجاز کانفرنس ہوئی تھی جس کے اعلامیے میں کہا گیا کہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ اس وقت مسلم ممالک کو عالم اسلام کے مسائل میں قطعاً کوئی دلچسپی نہیں کیونکہ ہر ایک ملک اپنے اندرونی مسائل میں بری طرح الجھا ہوا ہے۔ عرب دنیا چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹی ہوئی ہے۔ طرفہ تماشا یہ کہ ان میں سے اکثر نے اپنے تحفظ کے لیے مغربی اقوام سے دفاعی معاہدے کیے ہوئے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ عرب دنیا از سر نو خلافت کے پرچم تلے متحد ہو جائے۔ اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لیں اور موجودہ دور کی عرب ریاستیں صوبائی حیثیت اختیار کر لیں۔ تعلیمی نصاب میں نئی نسل کو قرون اولیٰ کی تاریخ سے روشناس کرایا جائے کہ کس طرح اُن کے دور میں کوئی جہاز مسلمانوں کی اجازت کے بغیر سمندر میں حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ ہر بالغ شہری کو دفاعی تربیت دی جائے۔ تیل اُن مغربی ممالک کو دو جو تم کو زرعی، صنعتی اور ایٹمی ٹیکنالوجی فراہم کریں۔ مغربی ممالک کے بنکوں میں جمع سرمایہ نکال لیا جائے اور اپنے ملک میں صنعت و حرفت کا جال بچھایا جائے۔ تجارتی، صنعتی اور دفاعی معاہدوں کے لیے مسلم ممالک کو ترجیح دی جائے۔

قوموں کی بقا کا انحصار عدل و انصاف پر ہے۔ شرعی قانون کے بغیر عدل کا حصول ناممکن ہے، اس لیے بلا تاخیر کتاب و سنت کا قانون نافذ کیا جائے۔ عرب ریاستوں میں جہاں مغربی افواج مقیم ہیں، تاثر نیلی دے کر اُن کو بے دخلی پر مجبور کیا جائے۔ جہاں ناگزیر ضرورت ہو مسلم ممالک سے فوج بلائی جائے۔ دفاعی افواج کو ایمانی قوت اور اسلحہ کے زیور سے آراستہ کیا جائے تاکہ کوئی آپ کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ کر سکے۔ عرب دنیا میں جہاں جہاں غیر مسلم آباد ہیں ان کی عزت، جان اور مال کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔

شیعہ سنی نظریاتی اتحاد مشکل امر ہے، البتہ پائیدار امن کے لیے متفقہ لائحہ عمل تیار کیا جائے تاکہ کسی قسم کی مداخلت کی صورت میں ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لیے اُن کے آلہ کار نہ بنیں بلکہ سیسہ پلائی دیوار بن کر دشمن کا مقابلہ کریں۔ صیہونی ورلڈ آرڈر کا تدارک ایمان میں پختگی اور اتحاد میں مضمر ہے۔

خاتم النبیین ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے مقامی قبائل کے ساتھ امن معاہدہ کیا، یہودیوں نے پے در پے خلاف ورزی کی۔ مسلمانوں نے چڑھائی کر دی اور اُن کو مدینہ منورہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا، پھر انھیں خیبر میں ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ اُس وقت سے لے کر تا حال مسلمانوں کے خلاف فکری و عسکری محاذ پر سرگرم عمل ہیں۔ اُن کی تخریبی کارروائیوں کا مقصد یہ رہا کہ کس طرح آبائی علاقوں پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو بے دخلی پر مجبور کر دیا جائے۔ صلیبی جنگوں کے شعلے بھڑکانے والے صیہونی تھے۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے واقعے میں وہی ملوث ہیں لیکن صیہونی میڈیا نے آناً فاناً اس کا الزام مسلمانوں پر عائد کر دیا۔

نیٹو افواج دہشت گردی کے خاتمے کی آڑ میں اسلامی ممالک کو ایک ایک کر کے تر نوالہ بنا رہی ہیں۔ دوسرے مسلمان خاموش تماشائی بن کر اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔ عوامی انقلاب کی لہر نے شرق وسطیٰ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ عالم اسلام میں حکومت اور عوام کے مابین اقتدار کی رسہ کشی جاری ہے۔ اہل علم بخوبی واقف ہیں کہ اسرائیل کے نقشے میں مدینہ منورہ شامل ہے۔ صیہونی تنظیم نے خفیہ سازش سے مسلم دنیا کو سنگین حالات سے دوچار کر دیا۔ ممکنہ خطرہ لاحق ہے کہ صیہونی کہیں حرمین شریفین پر تسلط جمانے کی عملی کوشش شروع نہ کر دیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام عرب ریاستیں متحد ہو کر صیہونی ورلڈ آرڈر کے سامنے آہنی دیوار بن جائیں۔ خدانخواستہ ان کی طرف پیش رفت نہ ہو سکے تو سعودی عرب کے فرمانرواؤں کو صیہونی ورلڈ آرڈر کے خلاف

ملک شاہ عبدالعزیز کی طرح جرأت مندانہ موقف اپنانے کی ضرورت ہے۔ جب امریکی صدر ٹرومین نے سعودی عرب کے شاہ عبدالعزیز کو خط لکھا کہ آپ اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے عرب قوم کو اپنے ہم وطن یہودیوں کے ساتھ مصالحت پر آمادہ کرلیں تو شاہ عبدالعزیز نے جواباً کہا: "تیل کے کنویں ہمارے لیے اہم نہیں، بلکہ ہمارے لیے اسلام اور ارض مقدس اہم ہے۔ جس کے لیے میں اپنے بیٹوں سمیت آخری قطرہ خون تک لڑنے کے لیے تیار ہوں۔"

شاہ فیصل بن عبدالعزیز نے حج کے موقع پر دنیا بھر کے حجاج کرام سے مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: "پیارے بھائیو! یروشلم کا مقدس شہر (بیت المقدس) آپ کو پکارتا ہے کہ آپ اس کو بے حرمتی سے بچائیں۔ اپنے مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کب تک برداشت کریں گے؟ کیا ہم مرنے سے ڈرتے ہیں؟ کیا اس سے بہتر کوئی موت ہے کہ ہم اللہ کے لیے جہاد میں جان دے دیں۔ پیارے برادران اسلام! ہم ایک خالص اسلامی جہاد چاہتے ہیں جو قومی و نسلی بنیاد پر نہ ہو کیونکہ اس جہاد کا مقصد ہمارے عقیدہ و مذہب اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کرنا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے ایسے مقدس جہاد میں ایک شہید کی موت مرنے کی التجا کرتا ہوں۔" (المنبر، فیصل آباد، جلد: ۱۳، شمارہ: ۱۰۰)

جب احتجاج کے باوجود اہل مغرب نے اسرائیل نواز پالیسی ترک نہ کی تو شاہ فیصل نے اسرائیل کی مدد کرنے والے ممالک کو تیل کی سپلائی بند کرنے کا اعلان کردیا جس سے امریکی مفاد پر کاری ضرب لگی۔

شاہ فیصل بن عبدالعزیز نے زبان سے نکلے تاریخی الفاظ کو اپنے خون سے تحریر کر کے جانشین بھائیوں کے لیے عملی نمونہ پیش کردیا۔ اس سے پہلے کہ صیہونی غنڈے مرکز اسلام کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کا ارادہ کریں سعودی فرمانرواؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے اولی العزم باپ کی تاریخی وصیت کو دل کے آئینے میں سجائیں اور اپنے شہید فیصل بھائی کے نقش قدم پر چل کر مسجد اقصیٰ کے تقدس کی بحالی کے لیے اسرائیل کے خلاف دعوت و جہاد کا پرچم بلند کریں۔

ابتدائی طور پر خلیجی علاقے میں موجود یہود و نصاریٰ کی فوج کو دعوت اسلام دے، بصورت دیگر ان کے انخلا کا حکم جاری کرے اور پہلے سے دی ہوئی مراعات ضبط کرے۔ حکم عدولی کی صورت میں جو کچھ اسلحہ ہے اس پر توکل کر کے ان کے خلاف سینہ سپر ہو کر میدان بدر کی یاد تازہ کریں۔ حرمین شریفین کے خادم، ائمہ کرام اور سلامی لشکر کے سربراہ مجاہدین کی پہلی صف میں کھڑے ہو کر رب کے دربار میں دعا کریں: یا اللہ! تو قدیر ہے، ہم کمزوروں کو قدرت عنایت کر۔ تو ناصر ہے، ہماری غیبی نصرت فرما۔ جس طرح تو نے ابابیلوں کی چونچ میں پتھروں کو قوت دی تھی جنھوں نے ابرہہ کے ہاتھیوں کے لشکر کو بھوسے کی مانند کردیا تو آج بھی مجاہدین کی بندوقوں سے نکلی ہوئی گولیوں میں وہی قوت عطا فرما کہ صیہونی اور صلیبی بحری بیڑے سمندر میں غرق ہو جائیں۔ اس وقت تک جہاد جاری رکھا جائے جب تک صیہونی آتش فشاں پہاڑی کے شعلے بحر احمر کی نذر نہ ہو جائیں۔

دنیا بھر کے مسلمان کمیونسٹوں کے خلاف افغان جہاد میں شامل ہو سکتے ہیں تو حرمین شریفین کے تحفظ کے لیے تو لبیک لبیک پکار کر حاضر ہوں گے، بشرطیکہ سعودی حکومت کی طرف سے جہاد کا اعلان ہو۔ چنانچہ عالم عربی عزم و استقلال کے پیکر بن کر صیہونی قوت کے خلاف جرأت مندانہ موقف اختیار کر کے اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں، ورنہ ان کی بقا و سلامتی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

خلافت بنوامیہ کے دور میں جہاد کی برکت سے اسلامی سلطنت جتنی وسیع ہوئی اس کے بعد تاریخ اسلام میں اس کی نظیر نہیں ملتی لیکن اس دور میں نومسلموں کے تعلیم و تزکیہ کا خاطر خواہ انتظام نہ کیا گیا جبکہ خلافت بنوعباسیہ کے دور میں علوم و فنون کی ترویج و تحقیق سرکاری سرپرستی میں اس قدر ہوئی کہ اس دور میں مسلم سکالر یورپ کی جہالت کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوئے۔ لیکن جہاد کی طرف کما حقہ توجہ نہ دی گئی تو تاتاری قدرت کی طرف سے عذاب بن کر نمودار ہوئے۔

جب رب نے ان تاتاریوں کو ہدایت کی دولت سے نوازا تو وہی اسلام کے محافظ بن گئے جن کے دور میں برصغیر میں اسلامی حکومت کو استحکام نصیب ہوا۔ اسلام زندہ و تابندہ ہے اور پائندہ رہے گا۔ اسلام کی عظمت و شوکت کسی خاندان کی محتاج نہیں بلکہ مسلم سلاطین کے عروج کا راز دعوت و جہاد اور عدل و انصاف میں مضمر ہے۔

□□□

جنتی کون؟

محمد احسان الحق شاہ ہاشمی

دنیا میں بنیادی طور پر دو مکاتب فکر موجود ہیں ایک مذہبی اور دوسرا غیر مذہبی مکتبہ فکر۔ غیر مذہبی مکتب فکر والے اپنے آپ کو دہریے اور کیمونسٹ کہلاتے ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ ایک فرضی طاقت کا نام ہے، وہ کہتے ہیں کیا کبھی کسی نے اللہ کو دیکھا ہے؟ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ کائنات مختلف حوادث کے نتیجے میں خود بخود معرض وجود میں آ گئی۔ ان کے خیال میں یہ نظام کائنات خود بخود چل رہا ہے، یہ تغیرات، کسی کا پیدا ہونا اور مر جانا مرور زمانہ کی وجہ سے ہے۔ موت وحیات کا کوئی مالک نہیں نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ

دوسری جانب مذہبی دنیا ہے جو لا مذہب اور دہریوں کے نظریات کو متفقہ طور پر رد کرتی اور اللہ کی ذات پر کسی نہ کسی صورت میں یقین رکھتی ہے۔ زمانے کے تغیرات سے جہاں دہریے پیدا ہوئے وہاں مذہبی دنیا میں بھی میں اختلافات نے جنم لیا، تاہم تمام مذاہب کا جس بات پر اتفاق ہے وہ ہے وجود باری تعالیٰ کا تصور، ہر مذہب کی ابتداء اور انتہاء اللہ کی ذات گرامی کے ساتھ منسلک ہے۔

علاقے، زمانے اور زبانوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف مذاہب والے اللہ کو مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں کوئی اسے اللہ کہتے ہیں کوئی اس کو God کے نام سے پہچانتے ہیں، کہیں اُسے خدا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اہل فارس اسے یزداں کہتے تھے، ہندو مذہب میں اسے بھگوان کہا جاتا ہے۔ اس کے انہی ناموں کے حوالے سے مذہبی دنیا کے پیشواؤں نے ہمیشہ اپنے پیروؤں کو تلقین اور نصیحت کی، عالم انسانیت تک اللہ کا پیغام پہنچانے والوں کو انبیاء اور اوتار کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، وہ بھلائی کے مبلغ اور برائی کے مخالف تھے، ہر مذہب میں جزا اور سزا کا تصور بھی موجود ہے، گو کہ اس کی نوعیت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر مذہب مسمّٰے اللہ پر کسی نہ کسی صورت میں یقین رکھتے اور اعمال کی بنا پر جزا اور سزا کا تصور بھی رکھتے ہیں تو پھر اختلاف کے دور دورے میں سچا کون ہے؟ کون جنت کا حقدار اور کون دوزخی ہے، اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے ہمیں ادیان ومذاہب کی تاریخ پر غور کرنا ہوگا، یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کونسا مذہب اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ ہندو دھرم دنیا میں سب سے پرانا مذہب تصور کیا جاتا ہے، یہ ماقبل از تاریخ سے گردانا جاتا ہے، مطالعہ کرنے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ مذہب بہت زیادہ قطع وبرید (کانٹ چھانٹ) کا شکار رہا ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کی تاریخ کہاں سے شروع ہوتی ہے، سب سے پہلے کس نبی یا اوتار نے اس کی دعوت وتبلیغ شروع کی، کس علاقے سے کی، کس زبان میں کی، اس کی اصل تعلیمات کیا ہیں۔ آج ہندوؤں کے نزدیک گائے کو ایک مقدس جانور ہی نہیں بلکہ ماں کا درجہ دیا جاتا ہے، اس کو ذبح کرنا ان کے ہاں ایک کبیرہ اور ناقابل معافی گناہ ہے، لیکن دوسری طرف ان کی مذہبی اور الہامی کتابیں یہ بتلاتی ہیں کہ جب کرشن کو بیٹے کی خوشخبری دینے کے لئے اوتار (فرشتے) آئے تو انہوں نے ان کی خوب میزبانی کی ان کے سامنے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لا کر پیش کیا۔

اب کوئی پوچھے ان سے کہ کیا آپ کے پیغمبر کرشن جی ایک کبیرہ گناہ کے مرتکب ٹھہرے؟ اس سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ ہندو مذہب کی تعلیمات مشکوک اور غیر محفوظ ہیں۔ اسی طرح اس کے ہاں موت

کے بعد کسی دوسری شکل میں پیدا ہو کر انسان اپنے اعمال کا بدلہ پاتا ہے، نیک اور پارسا ہو تو گائے یا بیل کی صورت میں اور گنہگار ہو تو کتے اور خنزیر کی صورت میں لیکن یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ جانور بھی تو مر جاتے ہیں پھر ان کی ارواح کہاں جاتی ہیں؟ اس ضمن میں ہندو مذہب خاموش اور لاجواب ہے، گویا جس مذہب کی ابتداء کے بارے میں بھی معلوم نہ ہو اور انجام کے بارے میں بھی جس کی معلومات نامکمل ہوں اس میں کامیابی کی ضمانت کس طرح مانی جاسکتی ہے؟

دوسرے نمبر پر پرانا الہامی مذہب یہودیت خیال کیا جاتا ہے، یہود کی تاریخ حضرت ابراہیم کے فرزند حضرت یعقوبؑ کے چوتھے بیٹے یہودا سے شروع ہوتی ہے۔ ان کی تاسیس ثانیہ حضرت موسیٰؑ سے شروع ہوتی ہے۔ انہیں یہ تو معلوم ہے کہ ان کے رہبر حضرت موسیٰؑ بن عمران صاحب کتاب نبی تھے، انہیں اللہ کی طرف سے کوہ طور پر تورات جیسی مقدس کتاب ملی جو عبرانی زبان میں تھی۔ مگر حضرت موسیٰؑ کے دور حیات میں ہی یہ لوگ شرک میں مبتلا ہو گئے تھے۔

غرقابیٔ فرعون کے بعد دریا کے پار ایک قوم کو بت پرستی میں مبتلا دیکھ کر بولے "اے موسیٰ ہمارے لئے بھی کوئی ایسا ہی معبود بنا جیسے ان کے معبود ہیں" (سورۃ الاعراف) اسی طرح بچھڑے کی پوجا بھی حضرت موسیٰ کے دور حیات میں شروع کردی تھی بلکہ حضرت ہارونؑ نے منع فرمایا تو انہیں قتل کرنے پر اتر آئے۔ اسی دور میں ہی انہوں نے تبدیلیٔ احکام و اقوال کی بری راہ بھی اپنائی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ اب تو وہ اپنی مذہبی زبان ہی بھلا چکے ہیں، کتمان حق اور مطلب براری کی خاطر تورات کے من پسند ترجمے در ترجمے کر کر کے انہوں نے اس کا حلیہ بگاڑ دیا پھر رہی سہی کسر بخت نصر نے نکال دی۔ چنانچہ آج تورات کا ایک نسخہ بھی اپنی اصلی حالت میں دستیاب نہیں، لہٰذا اب یہودیت میں کامیابی کی کوئی ضمانت نہیں۔

اس وقت دنیا میں تیسرا بڑا اور پرانا مذہب عیسائیت ہے۔ ان کی تاریخ بھی یہود سے کوئی زیادہ مختلف نہیں، ان کے مذہب کی ابتداء حضرت عیسیٰؑ بن مریم بنت عمران سے ہوتی ہے جو قدرت الٰہی سے بن باپ پیدا ہوئے، ان کو اللہ نے انجیل عطا فرمائی جو سریانی زبان میں تھی، لیکن ان کے پیروکار جو خود کو نصاریٰ کہلاتے تھے نہ صرف یہ کہ تعلیمات عیسوی بلکہ اپنی مذہبی زبان تک کی حفاظت نہ کرسکے۔ چنانچہ آج نہ تو سریانی زبان موجود ہے اور نہ ہی انجیل اصلی حالت میں، انہوں نے انجیل کے تراجم در تراجم کر کر کے اور اس میں من پسند تبدیلیاں کر کے منزل من اللہ انجیل کی شکل مسخ کردی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو مذہب اصلی صورت میں باقی ہی نہیں وہ اب ابدی نجات وفلاح کا ضامن نہیں ہوسکتا۔

مزے کی بات یہ کہ یہودی اور عیسائی دونوں اپنے آپ کو جنتی اور دوسروں کو دائمی جہنمی کہنے لگے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: وَقَالُوا لَن يدخل الجنة الا من كان هوداً او نصارىٰ (البقرہ) اولاد ابراہیم ہونے کے ناطے اپنی اپنی حقانیت جتانے کی غرض سے دونوں کا یہ دعویٰ تھا کہ حضرت ابراہیم ان کے مذہب پر تھے: أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ (ایضا) اور دعویٰ کرتے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ ہماری الہامی کتابیں تورات اور انجیل حضرت ابراہیم کی وفات کے کئی صدیوں بعد نازل ہوئی تھیں۔ قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِن بَعْدِهِ

بالآخر ایک ہی الہامی مذہب باقی رہ جاتا ہے جو کتابی صورت میں جوں کا توں موجود ہے، اس کی تاریخ محفوظ ہے، اس کے ماننے والوں میں ہمیشہ ایک فریق حق پر قائم رہا اور وہ ہے اسلام۔ ہماری الہامی کتاب اپنی اصلی حالت میں جوں کی توں موجود ہے۔ یہ کتاب بتلاتی ہے تمام انبیاء کا مذہب اسلام اور مشن ایک ہی تھا لیکن ان کے بعد لوگوں نے ان کی پیش کردہ تعلیمات میں کمی بیشی کر کے ظلم کیا۔ ہماری کتاب بتلاتی ہے کہ جس نے بھی اپنے دور میں ایمان کا حق ادا کیا نجات کا حقدار ٹھہرا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا

وَ النَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (البقرہ)

اب چونکہ ایک ہی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات من وعن دنیا میں موجود ہیں اس لئے ان پر ایمان لائے بغیر نجات ممکن نہیں۔ علاوہ ازیں نجات کے لئے توحید بنیادی شرط ہے، جو اللہ پر ایمان لانے کے بعد شرک کا مرتکب ہوگا اس کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں، عام انسان تو کجا اللہ نے تو انبیاء کرام کے بارے بھی فرمادیا: وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اگر وہ شرک کرتے تو ان کے اعمال برباد ہو جاتے (الانعام) اور پھر خاص کر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا: وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ اور البتہ میں تیری طرف اور آپ سے پہلے انبیاء کی طرف یہ وحی کر چکا ہوں کہ تم نے شرک کیا تو تمہارے اعمال برباد ہوجائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ (الزمر)

دنیا میں بعض نے ایمان کے ساتھ ساتھ شرک کا ارتکاب کیا۔ چنانچہ قرآن میں ہے: وَ مَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ ان میں اکثر ایمان کے ساتھ ساتھ شرک کا بھی ارتکاب کرتے تھے، یہی وجہ ہے اللہ نے نجات کے لئے شرک سے مبرا ایمان کو شرط قرار دیتے ہوئے فرمایا: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم (شرک) کی ملاوٹ نہ کی تو وہی لوگ امن میں اور ہدایت پر ہوں گے۔ ہندو، بدھ مت، زرتشت، مجوسی غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں، یہود و نصاریٰ نے نہ صرف حضرت عزیرؑ اور عیسیٰ بن مریم کو اللہ کی اولاد قرار دے کر بلکہ قبر پرستی کا دروازہ کھول کر شرک کے مرتکب ہوئے۔ اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ نے قبر پرستی کے جرم کی وجہ سے ان پر لعنت فرمائی۔

□□□

قاری فیاض احمد کو صدمہ

جماعتی حلقوں میں یہ خبر انتہائی حزن وملال سے پڑھی جائے گی جامعہ اہلحدیث لاہور شعبہ تحفیظ القرآن الکریم کے صدر مدرس قاری فیاض احمد کی ہمشیرہ مختصر علالت کے بعد مورخہ 2014-06-9 بروز سوموار تقریباً 4 بجے قضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ نیک سیرت، خوش اخلاق اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ مرحومہ کی نماز جنازہ اگلے روز صبح 8 بجے مظفر گڑھ پل کلروالی میں مفسر قرآن حافظ عبدالوہاب روپڑی حفظہ اللہ نے انتہائی رقت آمیز انداز میں پڑھائی، نماز جنازہ میں پروفیسر میاں عبدالمجید، مولانا جابر حسین مدنی، قاری عبدالرحیم کلیم، حافظ امتیاز احمد، حافظ عبدالوحید روپڑی، حافظ محمد طیب، حافظ سبین ڈوگر، محمد شفیق سعیدی، محمد لیاقت، حافظ محمد رضوان، حافظ محمد ذیشان محمد عمران ان کے علاوہ مقامی علماء وسیاسی رہنماؤں سمیت کثیر تعداد میں احباب جماعت نے شرکت کی۔

ادارہ قاری صاحب کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بشری لغزشوں سے درگزر فرما کر انہیں جنت الفردوس عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کے ساتھ اجر عظیم سے بھی نوازے۔ آمین

(ادارہ)

مبارکباد

فقید المثال تقریب بخاری واہلحدیث کانفرنس کی کامیابی پر ہم حضرت الامیر شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی حفظہ اللہ اور مفسر قرآن حافظ عبدالوہاب روپڑی حفظہ اللہ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس عظیم مرکز کو تا قیامت آباد رکھے اور یہاں سے قرآن وسنت کے چشمے پھوٹتے رہیں۔

(منجانب: جماعت اہل حدیث میر محمد)

اسلام میں سنت کا مقام

ملک عبدالرشید عراقی

قسط نمبر 4

اطاعت رسول ﷺ:

ارشاد الٰہی ہے: بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۚ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ اور ہم نے انہیں دلائل اور کتابوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے آپ کی جانب ذکر (قرآن مجید) کو اُتارا تاکہ آپ لوگوں کے لیے اس شریعت کو بیان کریں جس کو ان کی طرف اُتارا گیا ہے تاکہ وہ سمجھ سکیں۔ (النحل:44) یہی وجہ ہے کہ دور رسالت میں بھی اور اس کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو اسی طرح واجب الاطاعت سمجھا گیا جس طرح کتاب اللہ کو اور دونوں کو وحی الٰہی تسلیم کیا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ اور نہیں بولتا خواہش نفس سے وہ تو صرف وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ (النجم:3-4) اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام واجب التعمیل ہیں۔ اس فہم نبوت اور وحی سے مستنبط احکام کو قرآن مجید نے حکمت سے تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت کو نازل کیا ہے اور آپ کو ایسی باتیں بتائی ہیں جن کا آپ کو علم نہ تھا اور اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے۔ (النساء:113)

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان یہ بھی ہے کہ اس نے آپ کو قرآن کریم اور سنت جیسی نعمت عطا کی اور دین وشریعت کے وہ امور سکھائے جنہیں آپ پہلے نہیں جانتے تھے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی بھی تاکید کی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔ (آل عمران:132) ایک اور مقام پر مزید فرمایا: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور تم پیغمبر کی اطاعت کرو اور ڈرتے رہو پس اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ ہمارے پیغمبر کے ذمہ تو پیغام پہنچانا ہے۔ (المائدہ:92)

فرمان الٰہی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ اے ایمان والو تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس کے حکم سے روگردانی نہ کرو حالانکہ تم سن رہے ہو۔ (الانفال:20) ایک اور مقام پہ فرمایا: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔ (النساء:80) مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے اطاعت رسول کی اہمیت بیان کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کر کے اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرمانبردار نہیں کہلا سکتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی خلاف ورزی کر کے اللہ تعالیٰ کی بندگی نہیں ہو سکتی۔

ارشاد ربانی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿﴾ "اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حکمران ہیں پس اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی جانب لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے" (النساء:59)۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور احکام کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اس میں دو اطاعتیں مستقل ہیں اور ایک غیر مستقل، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت واجب کی گئی ہے اور تیسری اطاعت اولی الامر ان دونوں اطاعتوں کے ماتحت ہے جب تک حکام اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق حکم دیں تو ان کی اطاعت کی جائے گی اور جب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف حکم دیں تو پھر ان کی اطاعت نہ کی جائے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت اور رسول اللہ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ مزید فرمایا: جس نے میری اطاعت کی گویا کہ اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ (صحیح مسلم)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿﴾ "تیرے پروردگار کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک تجھ کو آپس کے اختلاف میں حاکم نہ بنائیں اور پھر وہ اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اس سے، جو اس نے فیصلہ کیا ہے اور اسے بخوشی تسلیم کریں" (النساء:65)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اپنے تمام امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصل نہ مان لے، کیونکہ آپ کا فیصلہ ربانی فیصلہ ہے۔ جس کے برحق ہونے کا دل میں اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگوں کا ظاہر، باطن اسے تسلیم کرے اور اس کی حقانیت کے بارے میں دل کے کسی گوشے میں بھی شبہ باقی نہ رہے۔ (تیسیر الرحمان لبیان القرآن ج1 ص271)

(جاری ہے)

بقیہ: اداریہ

شعراء کرام میں سے مولانا قاری تاجدین شاکر، مولانا عبدالرشید اصغر اللہ والے، مولانا نذیر احمد سبحانی، مولانا عبدالوہاب صدیقی، علامہ محمد صدیق، محمد منشاہ قادری، مولانا ساجد محمدی نے شمولیت فرمائی اور اپنے کلام سے حاضرین کے دلوں کو خوب گرمایا۔

میری گزارشات نامکمل رہیں گی اگر میں شب و روز محنت شاقہ سے کانفرنس کے اشتہارات، پینافلیکس، دعوت ناموں کی طباعت و تقسیم، کے مراحل سے لے کر پنڈال کی سجاوٹ، سٹیج کی تزئین و آرائش اور بالخصوص آنے والے مہمانوں کے استقبال ان کی مشروبات سے تواضع کرنے کا مکمل انتظام سنبھالا اس فریضہ میں قاری فیاض احمد، حافظ امتیاز احمد مولانا عبدالجبار مدنی، مولانا شفیع انور، مولانا شاہد محمود جانباز، حافظ عبدالظاہر قاری مختار احمد، وقار عظیم بھٹی و دیگر اساتذہ نے نہایت خوش اسلوبی سے فرائض سرانجام دیے اور کانفرنس کے کامیاب انعقاد کا سہرا انہی کے سر ہے

تقریب کے آخر میں ناظم جامعہ اور امیر جماعت اہلحدیث پاکستان جناب حافظ عبدالغفار روپڑی حفظ اللہ نے مہمانان گرامی، علمائے کرام، شعراء عظام، حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ اس گرم موسم میں دور دراز کے سفر اختیار کر کے تشریف لائے۔ انھوں نے قاری محمد حنیف مدنی کا بھی شکریہ ادا کیا کہ جنھوں نے امتحانات کے انعقاد سے لے کر تقسیم اسناد تک اپنا فریضہ خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ حضرت حافظ صاحب نے فارغ التحصیل ہونے والے علماء کو ان کی آئندہ ذمہ داریوں سے آگاہ کیا اور ابنائے جامعہ کو حصول تعلیم کو اپنا مقصد اولین بنانے کی تلقین فرمائی۔

مولانا محمد یوسف راجووالوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عنایت اللہ امین (مدرس دارالحدیث راجووال)

قسط نمبر 3 آخری

مولانا مرحوم کے متعلق اس سے قبل رائٹروں نے اپنی اپنی معلومات کی حد تک بہت کچھ لکھا ہے۔ ہفت روزہ الاعتصام شمارہ نمبر 4، 2014ء اداریہ حافظ احمد شاکر، ہفت روزہ اہلحدیث شمارہ نمبر 5 حافظ عبدالستار حماد اور شمارہ نمبر 7 میں مولانا محمد یوسف انور فیصل آباد، ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث شمارہ نمبر 6 میں اداریہ پروفیسر میاں عبدالمجید، ہفت روزہ اہلحدیث شمارہ نمبر 6 ملتانی، اہلحدیث شمارہ نمبر 6۔2014 حافظ محمد شریف اشرف، پاکستان روزنامہ 7 فروری 2014ء دینی ایڈیشن حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی اور مولانا محمد اسحٰق بھٹی صاحب نے قافلہ حدیث میں ص 526 تا 568 کیس صفحات پر بڑی تفصیل سے جو لکھا ہے وہ انزلوا الناس منازلھم کے تحت ان کی خدمات و شخصیت پر بڑا تاریخی اور معلوماتی مواد ہے۔

تاہم خدمات کا قرض ابھی باقی ہے، راقم بطور دعاء أحب الصالحین لست منھم لعل اللہ یرزقنی صلاحا اپنی معلومات ضبط تحریر میں شامل کر کے متعلقین مولانا تک پہنچانا چاہتا ہے۔ تاکہ عندالابرار تنزل الرحمن کا کوئی قطرہ راقم کا مقدر بن سکے۔

اس میں کچھ باتیں وہ ہیں جو مولانا صاحب خود وقتاً فوقتاً سنایا کرتے تھے اور کچھ اپنا مشاہدہ ہے کیونکہ راقم کا مولانا صاحب سے تعلق 1977ء تا 1982ء زمانہ تعلیم اور 1995ء تا 2013ء زمانہ تدریس عرصہ پچیس سال کا بسر ہوا ہے۔ ویسے بھی انسانی زندگی کا آخری مرحلہ بہت سے تجربات اور معلومات پر محیط ہوتا ہے، پھر مولانا کی زندگی کوئی عام زندگی نہ تھی بلکہ علم سے وابستہ اور ایک ادوار سے پیوستہ بڑی کامیاب اور بھرپور قسم کی زندگی تھی۔ اللہ تعالیٰ اُن کی حسنات قبول فرما کر سیئات سے صرف نظر فرمائے اور جنت میں درجات بلند فرمائے۔ آمین

مولانا صاحب قبل از تقسیم 1944ء میں تحصیل علم سے فارغ ہو چکے تھے۔ 1947ء میں چند ماہ اپنے سسرالی گاؤں اہل نزد منڈی عثمانوالہ ضلع قصور میں ٹھہرے۔ اب ہم اگلے سفر میں مولانا صاحب کے ساتھ قدم بقدم چلتے ہیں۔ انقلاب کے بعد 1947ء میں ایک سال چونیاں شہر شیخاں والی مسجد میں تعلیم جاری رکھی۔ 1948ء میں حوادثات زمانہ نے مولانا صاحب کو راجووال ضلع منٹگمری حال اوکاڑہ میں پہنچادیا۔ راجووال گاؤں میں اولاً مسجد کی تاسیس 1943ء کی ہے جس کے پہلے خطیب مولوی نور احمد وفات 1951ء والد میاں محمد عمر وفات 2001ء تھے۔ اُن کے بعد مولوی احمد دین مرحوم والد مولوی عبدالرشید سیاسی وفات 2010ء کچھ عرصہ رہے۔

ان لوگوں کا مبلغ علم کچی پکی روٹی تھا جن میں حنفیت کا تاثیر زیادہ تھا، یہ لوگ حدیث سے ناآشنا تھے۔ قصبہ راجووال اور قرب وجوار میں مولانا سے قبل مسلک اہلحدیث کی اشاعت کے بانی مولانا امام دین عبدالصمد ہیں ان کی وفات 1343 ہجری میں ہوئی ہے۔ مولانا امام دین لکھوی خاندان کے ارادت مند اور مرکز الاسلام لکھو کے سے فیض یافتہ تھے اکثر لوگ ان کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہوئے، تفصیل فیوض محمدیہ ص 215 بعد ازیں ان لوگوں کو لکھوی لٹریچر کے ساتھ حدیث سے متعارف مولانا صاحب نے کرایا۔

1949ء میں مولانا صاحب نے یہاں تعلیمی سلسلہ شروع کیا اور مسجد کچی پکی تیار ہوئی تھی۔ تاسیس کے موقع پر بنیادوں میں کھڑے ہو کر مولانا محمد علی لکھوی وفات 1973ء نے دعاء کی مسجد کی بنیادیں جب

چھت تنگ ہوگئی تو ایک اختلاف کھڑا ہوا اور یہ اختلاف ایک جنونی قسم کا تھا عام لوگوں کا خیال تھا کہ مسجد کے اندر شرقی غربی جانب بیل بوٹے بنائے جائیں جبکہ نمازیوں کا خیال تھا کہ ایسی نقش ونگار سامنے نہیں ہونی چاہیے۔ اس بحران کو ختم کرنے کے لیے ثالث حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی مقرر ہوئے تو انھوں نے ایسا فیصلہ کیا کہ دونوں فریق مطمئن ہو گئے

فیصلہ یہ تھا کہ عام انسانی قد سے اوپر بیل بوٹے بنانے میں کوئی حرج نہیں تب یہ مسجد مکمل ہوئی جس کو مقامی لوگ بخوبی جانتے ہیں اس وقت ٹریفک کا یہ حال تھا کہ اوکاڑہ تا قصور صرف ایک گاڑی چکر لگاتی تھی۔ ڈرائیور کا نام محمد شفیع تھا، درمیان میں کوئی بڑا شہر نہ تھا، یومیہ ایک چکر ہوتا، اوکاڑہ تا قصور کرایہ سو روپیہ تھا۔ 1956ء تک گاؤں والی مسجد میں کام کیا، اس دوران طلبہ کی پہلی کھیپ جنھوں نے مولانا صاحب سے بخاری کی قراءت کی، وہ مولانا عبدالخالق سلفی کھنڈیاں، مہر محمد صدیق نمبردار، مولانا محمد علی رحمانی کھنڈیاں وفات 1996ء ہے اور آخری کلاس جنھوں نے مولانا سے صحیح بخاری پڑھی۔ 1999ء میں حافظ محمد ذکریا راجووال مولانا منظور احمد رحمانی جوڑا مولانا حامد عاصم ارائیانوالہ، مولانا رحمت اللہ ولد محمد حسین اعوان کلاں حجرہ، عبداللطیف مستووال وغیرہ ہیں۔ دریں اثناء حالات نے ایسی کروٹ بدلی کہ مولانا صاحب کو راجووال چھوڑنا پڑا۔

1957ء میں حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ وفات 2011ء نے مولانا کو راجہ جنگ میں طلب کر لیا۔ حافظ صاحب مولانا کے تعلیمی ساتھی ہیں، زمانہ راجہ جنگ میں مہینے بعد ایک جمعہ مولانا حیات قصوری وفات 1951ء کی دعوت پر قصور شہر فریدیہ مسجد میں پڑھاتے رہے۔ اس وقت فریدیہ مسجد کے خطیب مولانا محمد اسحاق رحمانی تھے وفات 1967ء۔ ایک سال بعد مولانا صاحب کو راجووال واپس آنا پڑا، کیونکہ واپس لانے والے وہ بزرگ تھے جن کے سامنے مولانا انکار نہیں کر سکتے تھے۔ میاں محمد عمر، محمد حسن بن محمود وفات 1972ء، اور مولانا معین الدین لکھوی تھے۔

اسی دوران مذکور محمد حسن مرحوم نے برلب سڑک موجودہ زمین برائے مدرسہ مولانا کے نام ہبہ کر دی اور باقاعدہ سرکاری کاغذوں میں زمین کا انتقال مولانا کے نام تھا جو بعد میں مولانا صاحب نے بنام مدرسہ یہ زمین وقف کر دی۔

اب قانونی طور پر یہ زمین بنام مدرسہ رجسٹرڈ ہے، یقیناً اس عمل میں مولانا صاحب ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بأن لھم الجنۃ کا مصداق ہیں۔ اسی طرح 1959ء میں یہ مدرسہ گاؤں سے برلب سڑک موجودہ جگہ میں منتقل ہو گیا۔

دارالحدیث جامعہ کمالیہ:

یہاں جھونپڑی کے سایہ میں مولانا صاحب نے اس مدرسہ کا آغاز کیا اور کلمہ توحید بلند کیا۔ اولاً یہاں مسجد کچی تھی پھر 1970ء میں بتوفیق اللہ مولانا صاحب کی انتھک کوشش اور حلقہ احباب کے خصوصی تعاون سے پختہ مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ اس مسجد کی تعمیر میں حاجی محمد اسحٰق مرحوم، حاجی نور احمدؒ، مولوی محمد عبداللہ کھرل کلاں، ڈاکٹر نذیر احمد اور محمد اکرم منڈی احمد آباد کا بڑا کردار ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

جماعت اہل حدیث کے اکابر ومحدث وعظیم شخصیتوں نے اپنے دست مبارک سے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی وفات 1987ء، حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی وفات 1964ء، بقول مولانا صاحب راجووال کے گردونواح میں متعدد شرک کے اڈے تھے جو الحمد للہ توحید کے چراغ سے شرک وبدعت کے اندھیرے کافور ہو گئے۔ اس سلسلہ میں مولانا صاحب کو بڑے کٹھن حالات سے گزرنا پڑا لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے جذبہ صادقہ کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے کامیابی عطا فرمائی۔

1961ء میں بحکم ولی کامل مولانا محی الدین لکھوی وفات 1996ء دیپالپور قاضیانوالی مسجد میں ایک سال ہر قمری ماہ کا ایک جمعہ پڑھاتے رہے جس کے متولی قاضی فیض محمد مرحوم تھے وفات 1990 جو مولانا عنایت شاہ گجراتی دیوبندی کے مریدین میں سے تھے۔

2003ء میں ستمبر تا نومبر مدرسہ اور مسجد کو شہید کیا گیا اور دسمبر

2003ء جمعرات بوقت ظہر تعمیر نو کی۔ تاسیس کے موقع پر مولانا محمد شریف مرحوم وفات 2009ء اور پروفیسر عبیدالرحمن محسن اور حاجی محمد علی جو ہر پیش پیش تھے۔ 2005ء میں مولانا نے بوجہ ضعف نظر و دیگر عوارضات پڑھانا چھوڑ دیا۔ موجودہ عمارت میں مئی 2006ء کو افتتاحی خطبہ جمعہ پروفیسر عبیدالرحمن محسن نے ارشاد فرمایا۔ جولائی جمادی الثانی 2006ء میں باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی، طلبہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مولانا صاحب تعلیم البنات کا عزم بھی رکھتے تھے جس کے لیے ایک الگ جگہ درکار تھی جو بچیوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عیدگاہ کی ضرورت بھی پوری کرے۔

ریاض الحدیث للطالبات:

چنانچہ مولانا صاحب مرحوم کی رغبت پر 1972ء میں جماعتی دوست میاں محمد اسحق مرحوم وفات 1986ء اور میاں نورالصمد مرحوم وفات 2007ء نے دو دو کنال زمین ہبہ کردی۔ اولاً اس کے موسس شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ مرحوم گوجرانوالہ وفات 2010ء اور شہید اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ وفات 1987ء ہیں۔ 1997ء میں تعمیری سلسلہ شروع ہوا، بوجہ وسائل یہ کام منقطع ہو گیا کل شی عندہ بمقدار کے تحت سنائل الخیریہ رفاہی ادارہ کے تعاون سے بکاوش حافظ عبدالرحمن یوسف حفظہ اللہ تعمیری منصوبہ 2013ء میں شروع ہو کر 2014ء میں مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ جملہ احباب کی مساعی حسنہ کو قبول فرمائے اور وقف کنندگان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، یقیناً مرحومین کے لیے یہ نیکی قابل رشک ہے جہاں ادائیگی نماز کے علاوہ شب و روز قال اللہ وقال الرسول کی صدا بلند ہو رہی ہے، اللہ اس چشمہ توحید و سنت کو تا قیامت جاری و ساری رکھے۔ آمین

جماعتی خدمات:

مولانا صاحب مرحوم دین کے بہت قدردان تھے۔ علماء کی خدمت کو ثواب سمجھتے تھے، عقائد و نظریات میں اُن کا قلبی میلان جماعت غرباء اہلحدیث کی طرف تھا۔ علمی میدان میں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ وفات 1987ء، حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ، مولانا حافظ محمد گوندلویؒ اور علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کے بڑے معترف تھے۔

زہد و ورع اور تصوف میں مولانا محی الدین لکھویؒ اور حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدیؒ جیسے علماء کے بڑے مداح تھے لیکن تنظیمی لحاظ سے شروع سے مرکزی جمعیت اہلحدیث سے وابستہ رہے۔ تنظیموں میں بڑے نشیب و فراز ہوتے ہیں لیکن نظم جماعت کی حد تک مولانا کے پائے استقلال میں جنبش دیکھنے میں نہیں آئی۔ چنانچہ کچھ عرصہ ضلعی امیر بھی رہے، ناظم حافظ عزیز الرحمن لکھویؒ وفات 1991ء، حافظ عبدالحق صدیقیؒ وفات 1976 رہے تھے۔ تفصیل جماعتی جرائد و رسائل ہفت روزہ الاسلام شمارہ نمبر 4 اور شمارہ نمبر 11 اور شمارہ نمبر 22۔ 1976، 1978 ہفت روزہ اہلحدیث شمارہ نمبر 30۔ 1976 ملاحظہ فرمائیں۔ 1997ء میں رینالہ خورد میں مرکزی جمعیت کے ضلعی انتخاب کے موقعہ پر مولانا نے ضلعی امارت سے بوجوہ استعفیٰ دے دیا لیکن ضلعی سرپرستی کے طور پر جماعتی خدمات سرانجام دیتے رہے، جس کو اکابرین جماعت و ارکان شوریٰ بخوبی جانتے ہیں۔

ایک مرتبہ انھوں نے خود یہ واقعہ سنایا کہ 1950ء میں منڈی کاموکی میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا جلسہ تھا، میں بھی شاہ صاحب کا خطاب سننے کے لیے وہاں گیا تھا۔ شاہ صاحب ماشاءاللہ قد آور خوبصورت بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ خطابت میں اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک بڑا ملکہ عطا کر رکھا تھا۔ اپنی مسحور کن آواز میں کئی کئی گھنٹے بولنا ان کا وصف تھا۔

خطاب کے بعد ان سے ملاقات ہوئی تو آنے کی وجہ پوچھی، میں نے کہا شاہ جی راجووال ضلع منٹگمری سے آپ کا خطاب سننے اور وعدہ لینے آیا ہوں، شاہ صاحب فرمانے لگے ٹھیک ضرور حاضر ہوں گا بشرطیکہ احراری جماعت کی رکنیت اختیار کریں، ہم لوگ انگریز کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں میں نے کہا شاہ جی آپ کا مقام احترام بجا لیکن میں اپنی جماعت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ فرمانے لگے کونسی جماعت میں ہو میں نے عرض کیا جس کے بانی مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ اور سید محمد داؤد غزنویؒ ہیں یعنی مرکزی جمعیت تو شاہ صاحبؒ نے فرمایا: وہ جماعت بھی ٹھیک ہے آپ اس سے رابطہ میں رہیں۔ آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس جماعت کو وہ جماعت حقہ سمجھتے تھے اور اسی سے تادم آخر تعلق استوار رکھا۔

(جاری ہے)

تحقیقی مقالہ نماز میں رفع یدین

مولانا احمد علی سیف، وہاڑی

قسط نمبر 1

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ البتہ تحقیق رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: صلوا کما رأیتمونی اصلی نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ کتب احادیث میں نماز میں رفع یدین کے بارہ میں بہت سی احادیث منقول ہیں

جامع صحیح بخاری میں چار جامع صحیح مسلم میں چھ جامع صحیح ترمذی میں ایک ابوداؤد میں پانچ سنن نسائی میں اٹھارہ اور ابن ماجہ میں سات حدیثیں منقول ہیں۔ بخاری اور مسلم میں رفع یدین نہ کرنے کی ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔ جامع صحیح مسلم کے حوالے سے بعض دوست رفع یدین کے منسوخ ثابت کرنے کے لیے ایک حدیث پیش کرتے ہیں، وہ حدیث سلام پھیرنے کے بارہ میں ہے۔ اسی لیے امام مسلم نے رفع یدین کرنے والی احادیث میں اس حدیث کو نہیں لکھا بلکہ سلام پھیرنے کے مقام پر لکھا ہے۔

اس کی مزید وضاحت اس کے بعد والی حدیث ہی میں موجود ہے۔ وضاحت رفع یدین کے منسوخ کے بارہ میں بحث دیکھیں۔ باقی تمام محدثین نے رفع یدین کے بارہ میں جو احادیث لکھی ہیں ان پر جرح بھی لکھ دی ہے اور اس کا اعتراف محققین علماء نے کیا ہے کہ رفع یدین منسوخ نہیں ہے، جیسا کہ اس مضمون کے آخر میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ احادیث کی تمام کتابوں میں رفع الیدین کی کثیر تعداد میں احادیث موجود ہیں۔

ان تمام احادیث کو اس مختصر مضمون میں نقل کرنا ممکن نہیں لہٰذا مضمون کو مختصر مگر مدلل بیان کیا گیا ہے، واضح ہو جائے کہ جامع صحیح بخاری اور جامع صحیح مسلم پر امت کا اجماع ہے۔ اب رفع یدین کرنے کی احادیث پیش خدمت ہیں۔

(۱) عن نافع ان ابن عمر ﷺ کان اذا دخل فی الصلاۃ کبر ورفع یدیه واذا رکع رفع یدیه واذاقال سمع الله لمن حمده رفع یدیه واذا قام من الرکعتین رفع یدیه ورفع ذالك ابن عمر ﷺ الی النبی ﷺ ''حضرت نافع'' بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر (اللہ اکبر) کہتے اور رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے رفع یدین کرتے اور جب دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہے کہ وہ ایسے کرتے تھے'' (بخاری ج 1 ص 102)

(۲) عن مالك ابن الحویرث ان رسول الله ﷺ کان اذا کبر رفع یدیه یحاذی بهما اذنیه اذا رکع رفع یدیه حتی یحاذی بهما اذنیه واذا رفع راسه من الرکوع فقال سمع الله لمن حمده فعل مثل ذالك'' مالک بن حویرث بیان کرتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے تو دونوں کانوں تک ہاتھ بلند کرتے تھے اور جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے حتیٰ کہ وہ کانوں کے برابر ہو جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اسی طرح رفع یدین کرتے ہیں'' (مسلم ج 1 ص 158)

(۳) عن سالم عن ابیه قال رایت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوۃ یرفع یدیه حتی یحاذی بهما منکبیه واذا رکع واذا رفع راسه من الرکوع وزاد ابن عمر فی حدیثه وکان لا یرفع بین السجدتین قال وفی الباب عن عمر وعلی ووائل

بن حجر ومالك بن حويرث وانس وابي هريرة وابي حميد وابي سيد وسهل ابن سعد ومحمد بن مسلمه وابي قتادة وابي موسى الاشعري وجابر وعمر الليثي "حضرت سالم اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب نماز شروع کرتے ہاتھ بلند کرتے حتیٰ کہ دونوں کندھوں کے برابر ہو جاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے اور ابن عمر نے بیان کیا دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے اور حضرت ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں اس مسئلہ میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت وائل بن حجرؓ، حضرت مالک بن حویرث، حضرت انسؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوحمید ساعدیؓ، حضرت ابی اسیدؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت محمد بن مسلمہؓ، حضرت ابوقتادہؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت عمیر اللیثی سے بھی رفع یدین کرنے کی احادیث منقول ہیں۔"

(ترمذی ج1 ص59 ترمذی مترجم ص132)

(۴) عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ کان اذا قام الی الصلوۃ المکتوبۃ کبر ورفع یدیه حذو منکبیه ویصنع ذالک اذا قضی قراءته واراد ان یرکع ویصنعه اذا رفع عن الرکوع ولا یرفع یدیه فی شیء من صلاته وهو قاعد واذا قام من السجدتین رفع یدیه کذالک وکبر "حضرت علیؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں بیان کرتے ہیں کہ بیشک وہ جب فرض نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر (اللہ اکبر) کہتے اور دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتے اور اسی طرح کرتے جب قرات کرتے اور رکوع کا ارادہ کرتے اور اسی طرح کرتے جب رکوع سے سر اٹھاتے اور اپنی نماز میں بیٹھ کر رفع یدین نہیں کرتے تھے اور جب دو رکعتیں مکمل کر کے اٹھتے تو اسی طرح رفع یدین کرتے اور اللہ اکبر کہتے تھے"

(ابوداود ج1 ص109)

(۵) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال رایت رسول اللہ ﷺ اذا قام الی الصلوۃ رفع یدیه حتی تکون حذو منکبیه ثم یکبر قال وکان یفعل ذالک حین یکبر للرکوع ویفعل ذالک حین یرفع راسه من الرکوع ویقول سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد لا یفعل ذالک فی السجود "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے تھے پھر تکبیر کہتے، انھوں نے فرمایا: آپ رفع یدین کرتے تھے جب رکوع میں جانے کے لیے تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد کہتے اور سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔"

(نسائی ج1 ص102)

(۶) عن ابی الزبیر ان جابر ابن عبدالله کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیه واذا رکع واذا رفع من الرکوع فعل مثل ذالک ویقول رایت رسول الله ﷺ فعل مثل ذالک "ابوزبیر سے روایت ہے بیشک جابر بن عبداللہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اسی طرح کرتے اور فرماتے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ اسی طرح کرتے تھے" (ابن ماجہ ص62)

(جاری ہے)

مولانا عبدالغنی محمدی کو صدمہ

گذشتہ دنوں مولانا محمد یحییٰ حافظ آبادیؒ کے بھانجے اور مسلک کے معروف خطیب مولانا عبدالغنی محمدی کے ماموں شیخ محمد یونس حافظ آبادیؒ مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم پابند صوم وصلوۃ اور نیک وصالح اور متقی انسان تھے۔

مرحوم کی نماز جنازہ مولانا محمد حسین مدنی فاضل مدینہ یونیورسٹی نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں علمائے کرام اور اہل علاقہ نے بھرپور شرکت کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

(دعا گو: چوہدری نذیر احمد سندھو، بدوملہی)

اسلام کا قانون صحافت

طاہر علی صارم، متعلم جامعہ اہلحدیث لاہور

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو سیدنا ابوعبیدہ بن جراحؓ اور سیدنا معاذ بن جبلؓ نے ایک مشترکہ خط لکھا جس میں انہیں خلافت کی ذمہ داریوں اور آخرت کی جواب دہی کا احساس دلایا گیا تھا۔ عمر فاروقؓ جو اسلامی روح مکمل طور پر جذب کر چکے تھے ناراض نہیں ہوئے بلکہ دونوں حضرات کا شکریہ ادا کیا اور جوابی خط میں تحریر کیا کہ آپ دونوں کی تحریریں صداقت سے بھرپور ہیں مجھے ایسے مکتوبات کی ضرورت ہے لہٰذا مجھے لکھتے رہا کریں۔ گویا اس طرح عمر فاروقؓ نے بھی آزادی تحریر کی نشونما کی۔ سیدنا سعد بن عبادہؓ نے آپ کی بیعت نہیں کی مگر آپؓ نے انہیں کچھ نہیں کہا عمرو بن عاصؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور گورنروں کے خلاف حضرت عمرؓ نے کھلے اجلاس میں شکایات سنیں اور دادرسی بہم پہنچائی اور اپنے حصے کی دو چادروں کا حساب بھرے مجمع میں دیا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے کہا اگر تم ٹیڑھی راہ پر چلے تو ہم تلوار سے آپ کو سیدھا کر دیں گے۔ سیدنا عمرؓ جن کے نام سے دنیا لرزہ براندام ہو جاتی تھی نے ناراض ہونے کی بجائے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا: میری قوم میں ایسے افراد ہیں کہ میں اگر گمراہ ہونے لگوں تو مجھے راہ راست پر لے آئیں گے۔ سیدنا عمرؓ کے حالات خلافت آزادی رائے سے بھرے پڑے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے تو آزادی رائے کے حق کے استعمال میں اس قدر فیاضی برتی کہ سیاسی مخالفین کو اپنے خون کا ہدیہ تک دیا۔

صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حق کے لیے مشورہ دیتے تھے مگر آپ آزادی رائے پر کسی قسم کی صحافت کے بارے میں بیان کردہ قرآنی احکامات اور اخبارات کی موجودہ روش کا موازنہ اس حقیقت کو عیاں کرتا ہے کہ ہماری موجودہ صحافت مکمل طور پر قرآنی احکامات پر عمل پیرا نہیں ہے۔ کچھ اصناف صحافت ایسی ہیں جن کی تکمیل پذیری میں قرآنی احکامات کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے اور کچھ میدان صحافت میں ایسے بھی ہیں جن میں قرآنی تعلیمات سے روگردانی کا عنصر کارفرما دکھائی دیتا ہے۔

موجودہ دور میں صحافت کے مقاصد کی تکمیل میں جزوی ناکامی کی بنیادی وجہ یہی ہے۔ قرآنی قواعد وضوابط کے تحت اصناف صحافت خبر، اداریہ، کالم، فیچر وغیرہ میں صداقت ومعروضیت کی موجودگی از حد ضروری ہے۔ قرآن پاک میں خدائے بزرگ وبرتر نے کسی بھی بات کے بیان سے پہلے اس کی تحقیق اور جانچ پڑتال کو لازمی قرار دیا ہے۔ ہماری آج کی صحافت میں اگرچہ اس عنصر کی موجودگی کا اہتمام کیا جاتا ہے تاہم بعض اوقات ایسی خبریں بھی پڑھنے کو ملتی ہیں جن سے صحافی کی غیر جانبداری پر چوٹ کے ساتھ ساتھ صداقت ومعروضیت کا خون ہوتا بھی دکھائی دیتا ہے۔

اخبارات میں بیان کردہ الفاظ خبروں کی بلاتحقیق تشہیر اور پھر اس کی تردید کی اشاعت قرآنی احکامات سے روگردانی کا نتیجہ ہے۔ اس سے اخبارات کی ساکھ متاثر ہونے کے ساتھ ساتھ صحافی کے اپنے فرائض منصبی کی دیانتدارانہ ادائیگی میں کوتاہی کی نشاندہی ہوتی ہے جو صحافیوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ اگر ہم اسی طرح سے زہر اور تعصب میں ڈوبے ہوئے الفاظ کے نشتر اور جھوٹی خبروں کی بمباری قارئین کے اذہان پر کرتے رہتے تو وہ دن دور نہیں جب ہماری روزمرہ گفتگو سے شائستگی اور ادب کا خاتمہ ہو جائے گا اور آنے والی نسلیں بجا طور پر کہہ سکیں گی کہ:

مجھ کو تہذیب کے برزخ کا بنایا وارث
جرم یہ بھی میرے اجداد کے سر جائے گا

قرآنی ضوابط کے تحت مزاح نگاری کو دوسروں کے لیے موجب آزادی نہیں ہونا چاہیے اور خامیوں کی نشاندہی کا انداز اتنا موثر و دل پذیر

ہو کہ متاثرہ شخص اس سے نفرت محسوس کرنے کی بجائے اپنی اصلاح پر آمادہ عمل ہو جائے۔ موجودہ صحافت مزاح نگاری میں بسا اوقات قرآنی احکامات سے روگردانی کی مرتکب ہوتی ہے اور بعض اوقات کالموں میں دوسروں کی پگڑی اچھال کر صحافی صحافت کی آبیاری کرتے نظر آتے ہیں۔

موجودہ دور میں صحافی مندرجات کو جو پہلو قرآنی احکامات کی صریحاً خلاف ورزی کے مترادف ہے وہ تصاویر کا بے تحاشا بلا جواز استعمال ہے۔ قرآن پاک میں تصاویر کے استعمال کی اجازت بعض مخصوص صورتوں میں دی گئی ہے اور خاتون جو ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے روپ میں قابل احترام اور مقدس ہستی ہے کی تصاویر اور اس کے بارے میں مواد شائع اشاعت کرتے وقت خاص ہدایات دی گئی ہیں۔

قرآنی احکامات کی رو سے عورت کے بناؤ سنگھار کو گھر کی چار دیواری تک مقید کیا گیا ہے۔ عورت کے حسن و جمال اور بناؤ سنگھار کو گھر کی چار دیواری تک محدود کرنے کی بنیادی وجہ ان فسادات و خواہشات کی پیشگی روک تھام کے اقدامات کرنا ہیں۔ عورت کی بے حجابانہ نمود و نمائش جو عورت کے حسن و جمال اور بناؤ سنگھار کی عامیانہ نمائش کی مرہون منت ہے معاشرتی نظم و نسق میں انتشار و افتراق کا باعث و موجب بنتی ہے اور انسان کے اذہان و قلوب کو پراگندگی و انتشار کا شکار کر کے اشرف المخلوقات کے اعلیٰ وارفع مقام سے ذلت کی عمیق پستیوں کا مکین بنا دینے میں سرگرم عمل ہوتی ہیں اور یوں پوری کائنات ذلت و گمراہی کے اس دھانے پر پہنچ جاتی ہے جہاں قہر خداوندی انہیں صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیتا ہے۔

تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ آج اگر کسی بھی روزنامہ یا میگزین کی ورق گردانی کی جائے تو ہمیں بیسیوں خواتین کی تصاویر دلکش ناز و انداز اور پیراہن ولرباسں دعوت عصیاں دیتی دکھائی دیں گی۔ اخبارات میں خواتین کو نت نئے انداز سے متعارف کرانے کا روز افزوں رجحان ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ آج کوئی اخبار ایسا نہیں جس میں شمع خانہ کو شمع محفل بنا کر پیش نہ کیا گیا ہو۔ کہیں تہذیب و ثقافت کی فروغ پذیرائی کا جواز ان کے تقدس کو پامال کرتا محسوس ہوتا ہے تو کہیں حقوق نسواں کی علمبردار خواتین کی تصاویر اور بیانات کی کوریج معصوم و دیہاتی عورتوں کے مسائل اور اضافے کا باعث بنتی ہیں۔ کہیں اداکاراؤں کے نت نئے متاثر کن چٹ پٹے اسکینڈل اشاعت پذیر ہو کر خواتین کی تصاویر اور تعریفوں سے مشرق کی بہو بیٹیوں میں اس حیا سوز مظاہرے کی رغبت میلان کے جذبات کو ابھارا جاتا ہے۔

اتوار میگزین کے اندرونی صفحات قوم کے معصوم اذہان کو جس فرسٹریشن کا شکار بنا رہے ہیں اور جس انداز سے تشبیہات کی نمود و نمائش سے انسانی زندگی سے سکون و اطمینان کا عنصر مفقود کیا جا رہا ہے وہ ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ عفت و عصمت کی حامل زندگی بسر کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ بدکاری کا پرچار کرنے والی زبانیں اور لکھنے والے ہاتھ کاٹ دیے جائیں اور معصیت کے چرچوں کو قطعی اور ہر روپ میں بند کر دیا جائے۔

جس معاشرے میں اخبارات عفت و پاک بازی کے تصور سے عاری ہوں آرٹ اور تہذیب و ثقافت کے فروغ کے نام معصیت کو فروغ دیا جا رہا ہے وہاں کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان خواہشات نفس کی پیروی سے گریزاں رہے۔ جب جذبات کو برانگیختہ کرنے والی بے شمار تصاویر نت نئے زاویے سے سامنے آ رہی ہوں، وہاں خطا کا پتلا انسان اپنے دامن عصمت کو پاکبازی کی حفاظت کی ذمہ داری سے کیونکر عہدہ براہ ہو۔ جس تہذیب میں دن رات ہوس پرستی کی دعوت عصیاں دی جا رہی ہو وہاں انسان کا گناہ سے گریز ایک کار محال بن جاتا ہے۔

قرآن انسانیت کی کشتی کو معصیت کے منجدھار کی طرف لے جانے والی قوتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جانے اور ناپاک عناصر کی موجودگی سے معاشرے کو پاک کرنے پر زور دیتا ہے۔ اسلام فیشن پرستی، جدیدیت اور مغربی تہذیب و تمدن کے فروغ کے لیے انسان کو انسانیت کا لباس اتار پھینکے اور معاشرے کو حیوانیت کا مسکن بنا دینے کی اجازت ہرگز نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں کہ فحاشی اور عریانی کے جرثومے پرورش پا کر معاشرے کو تباہ و برباد کریں اور قلوب و اذہان کو گمراہ

کر کے ناکامی ونامرادی سے دوچار کریں۔ اب اربابِ اخبارات کو یہ فیصلہ خود کرنا ہے کہ وہ کس روش پر گامزن ہیں اور ان کی یہ روش معاشرے میں کس انداز سے بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہو رہی ہے۔ صحافت معاشرے کے لیے آئینے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس آئینے سے قوموں کے حالات اور تہذیب وروایات کی عکاسی ہوتی ہے اور معاشرے میں وقوع پذیر ہونے والے جرائم کا عکس اس آئینے میں شائستگی کی حدود میں مقید رہنا چاہئے۔

آج کے اخبارات میں جرم کا چرچا حدِ اعتدال سے بہت آگے گزر چکا ہے۔ اخبارات میں شامل مواد کی زیادہ تر سرخیاں اخلاقی جرائم، معاشی جرائم اور معاشرتی جرائم کی حامل جزئیات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان جرائم کی نوعیت شدید ہوتی ہے کچھ صحافیوں کے الفاظ جلتی پر تیل کا کام کرتے ہیں اور اسے شدید ترین بنا دیتے ہیں۔ اخبارات چونکہ ایک عوامی ذریعہ ابلاغ اور اسے دس بارہ سال کے بچے سے لے کر ساٹھ ستر تک کے بوڑھے مطالعہ میں لاتے ہیں اس لئے اس کے اثرات بھی دگنے ہیں۔

اخبارات میں شامل جرائم کی غیر ضروری تفاصیل معصوم اور کچے ذہن کے حامل بچوں اور نوجوانوں کو بہت سی غیر ضروری معلومات فراہم کر کے جرائم کی دلدل میں دھکیلنے کی وجہ بنتی ہیں۔ وہ جرم کو ایڈونچر کے طور پر لیتے اور اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لاش پر بھنگڑا ڈالتا رہا، ڈاکو پستول لہراتا ہوا فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا اور فلاں فلاں خاتون کا اغوا کر لیا گیا وغیرہ جیسے الفاظ وواقعات جہاں معاشرے کے افراد کی اخلاقی بے حسی کی نشاندہی کرتے ہیں وہاں بچوں میں بھی غیر ضروری تجسس کے جذبات اُبھار کر انہیں ان کی منزل سے دور کر دینے کا باعث وموجب بنتے ہیں تاہم اخبارات میں شامل کچھ مواد ایسا بھی ہونا چاہیے جو قرآنی احکامات کے عین مطابق اور عوامی فلاح وبہبود اور مثبت ومفید رائے عامہ کی تشکیل کا مقدس فریضہ انجام دینے میں کارگر ثابت ہو سکے۔

اخبارات میں لکھے گئے اداریے میں نیکی کے فروغ اور برائی کی بیخ کنی جیسے مواد میں قرآنی احکام کو مدنظر رکھا جاتا ہے حکومت پر جائز تنقید کر کے عوام کو حکومتی پالیسیوں کے مثبت ومنفی پہلو سے باخبر کیا جاتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عوام کو معلومات بہم پہنچا کر انہیں ایک اچھی زندگی کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اخبارات میں دینی کالم کی موجودگی دینی مسائل اور ان کا حل وغیرہ جیسا مواد خصوصی اہمیت کا حامل ہے اور اخبارات کی قابلِ تحسین کوشش ہے اس کے علاوہ بہت سے اخبارات عوام کے نفسیاتی مسائل حل کرنے کی تگ ودو میں مصروف ہیں جو انسانیت کی خدمت کی مترادف اور قرآنی احکامات کی عمل پذیرائی کا نام ہے۔

مجموعی طور پر اگر اخبارات تمام مواد کی اشاعت میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور تحقیق کے پہلو کو سامنے رکھیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کے مثبت اثرات مرتب نہ ہو سکیں اور صحافت ایک مثالی معاشرہ تشکیل دینے میں ناکامی سے دوچار ہو کیونکہ تحقیق سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ وہ معاشرہ کبھی بھی ترقی وسرفرازی کی منازل طے نہیں کر سکتا جس میں افراد معاشرہ یا ایک مخصوص گروہ ایسا نہ ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف متوجہ کرے اور برائیوں سے روکے اور اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود وقیود کو پامال کرنے کے مضمرات مابعد اثرات سے دوسروں کو شعور وآگہی نہ دے۔

مختلف ابواب میں مختلف انداز میں قرطاس ابیض پر نقش کردہ مختلف حقائق حوالہ جات اور دلائل سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں انسان جس ضابطہ اخلاق کو بہبود صحافت کے لیے تیار اور لاگو کرنے میں مصروف عمل ہے۔ جن کی پابندی ایک صحافی کے عزت ووقار میں اضافے کا باعث بنتی ہے اور جن کی موجودگی میں ایک اخبار زرد صحافت سے گریزاں ہو سکتا ہے۔ اسے قرآن پاک میں آج سے چودہ سو سال پہلے خدائے بزرگ وبرتر نے نہایت جامع ودلنشین انداز میں بیان فرما دیا تھا ان قواعد وضوابط پر عمل درآمد سے مثبت نتائج کا حصول نہ صرف آج کے ترقی یافتہ دور میں ممکن ہے بلکہ آج سے چودہ سو سال پہلے کے اس معاشرے میں بھی اس کے مثبت نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ یاد رہے اخبارات میں اللہ کی برگزیدہ ہستیوں کا مثبت انداز میں بلاتفریق تذکرہ ہونا چاہیے نہ کہ کسی ایک کو اسلام کا علمبردار سمجھ کر فرقہ پرستی عام کی جائے جو کہ معاشرتی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔

□□□

اصول تخریج و تحقیق

ابن بشیر الحسینوی الاثری

قسط نمبر 3

فائدہ: اس طریقہ کے سے اگر صفت یاد ہے تو بغیر مشقت کے مطلوبہ حدیث تک پہنچا جاسکتا ہے۔

اس طریقہ پر لکھی گئی کتب: (۱) الازھار المتناثرہ فی الاخبار المتواتر للسیوطی (۲) المقاصد الحسنۃ للسخاوی (۳) الاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیہ للمدنی (۴) المراسیل لابی داود (۵) تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ لابن عراق

اصول تخریج وتحقیق پر کتب:

اس فن میں جو کتب لکھی گئی وہ سب حسب ذیل ہیں: (۱) الموجز فی المراجع التراجم البلدان والمصنفات وتعریفات العلوم للدکتور محمود محمد الطناحی (۲) تحقیق المخطوطات بین النظریۃ والتطبیق للدکتور فہمی سعد والدکتور طلال مجذوب (۳) تحقیق نصوص التراث فی القدیم والحدیث للدکتور نور الدین منہج تحقیق المخطوطات لایاد خالد الطباع (۴) المنہاج فی تالیف البحوث وتحقیق المخطوطات للدکتور فی النون بی، ضبط النص والتعلیق علیہ للدکتور بشار عواد (۵) قواعد تحقیق المخطوطات للدکتور صلاح الدین المنجد تحقیق النصوص ونشرھا للدکتور عبدالسلام محمد ھارون۔ (کیف تحقق مخطوطا؟ للمدنی۔ طرق تخریج حدیث رسول اللہ ﷺ

اصول سند: سند کے متعلق اصول وضوابط درج ذیل ہیں۔

(۱) سند کا مطالبہ کرنا ضروری ہے: جب بھی کوئی حدیث پیش کرے تو اس سے سند کا مطالبہ کرنا ضروری ہے سند دین سے ہے امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: الاسناد فی الدین والاسناد تعالی فی شاء ماشاء۔ اسناد دین سے ہیں اگر اسناد نہ ہوتیں تو جو شخص جو کچھ چاہتا کہتا۔

(مقدمہ صحیح مسلم: ۳۲)

حافظ ابو نصر عبیداللہ بن سعید بن حاتم السجزی فرماتے ہیں: ہر شخص جو سنت کا مدعی ہے یہ ضروری ہے جو وہ کہتا ہے اس کے بارے میں اس سے سند کا مطالبہ کیا جائے پھر وہ اگر سند پیش کردے (اور وہ صحیح ہو) تو اس کی سچائی معلوم ہوجاتی ہے اور اس کی بات قبول ہوجاتی ہے۔ فرق باطلہ کی اکثر بدعات وخرافات کا سرچشمہ ضعیف، موضوع اور بے سند روایات ہوتی ہیں تو وہ ساری کی ساری صحیح سند کا مطالبہ کرنے سے ختم ہوجاتی ہیں۔

(۲) سند کا صحیح ہونا ضروری ہے: جب بھی کوئی سند پیش کرے تو اس وقت قبول نہ کیا جائے جب تک وہ صحیح ثابت نہ ہوا گر وہ حدیث محدثین کے اصول کے مطابق صحیح ہے تو اس پر عمل واجب ہے اور اسے ترک کرنا حرام ہے، اور اس سے انکار کرنا کفر ہے۔ امام ابن حزم فرماتے ہیں: جو شخص نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث معلوم ہوجانے یا نبی کریم ﷺ جولائے ہیں اس پر محدثین کا اجماع ہونے کے بعد اس کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔

(المحلی: ۱/ ۱۲ مسئلہ: ۲۰)

صحیح سند کی شرائط: کسی بھی سند کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں تین شرطیں پائی جائیں۔

پہلی شرط: سند متصل ہو یعنی ہر راوی کا دوسرے سے لقاء اور سماع ہو۔

دوسری شرط: تمام راوی عادل ہوں، مسلمان ہوں فاسق وفاجر نہ ہوں۔

تیسری شرط: تمام راوی حفظ وضبط کے اعتبار سے مضبوط ہوں۔ جب یہ تینوں شرطیں کسی سند میں پائی جائیں گی تب کوئی سند صحیح ہوگی۔

(۳) سند کے صحیح ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا: یہ بات جاننا

نہایت ضروری ہے کہ جب ایک سند صحیح ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے اس سند سے دوسری حدیث بھی صحیح ہوگی کیونکہ متن کے صحیح ہونے کے لیے دو الگ شرطیں ہیں۔

پہلی شرط: وہ شاذ نہ ہو (اس کی تفصیل اپنے مقام پر ہوگی)

دوسری شرط: وہ معلول نہ ہو (اس کی تفصیل اپنے مقام پر ہوگی)

اگر سند صحیح ہے لیکن وہ متن شاذ ہے تب وہ متن حدیث کو شاذ ہی کہا جائے گا۔ مثلاً حدیث (واذا قرا فانصتوا)

(۵) بعض محدثین سند اور متن دونوں کے صحیح ہونے پر "سندہ صحیح" کا اطلاق کر دیتے ہیں۔ اس طرح بعض میں ضعیف ہونے کی وجہ سے "سندہ ضعیف" کہہ دیتے ہیں خواہ اس کا متن صحیح بخاری کا بھی کیوں نہ ہو۔

بہتر یہ ہے کہ تحقیق حدیث کے وقت صرف ایک سند کو پیش نظر رکھ کر حکم نہیں لگانا چاہیے، بلکہ پہلے اس حدیث کی تمام اسناد کو جمع کیا جائے پھر تمام پر بحث کرتے ہوئے حدیث پر حکم لگایا جائے جس طرح شیخ البانی کرتے ہیں، اور اگر متن میں کوئی خرابی ہے تو اس پر بھی تبصرہ کیا جائے اور شواہد اور توابع کو نظروں میں رکھنا بہت ہی فائدہ مند ہے۔

حدیث کی تحقیق کرنے کا طریقہ: جس حدیث کی تحقیق کرنی ہے اس میں مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھا جائے پھر آپ تحقیق میں اصل نتیجہ کو حاصل کر سکتے ہیں۔ (الف) مطلوبہ حدیث کی تمام سندوں کو جمع کرنا۔ ایک حدیث کی تمام سندوں کو جمع کرنے کا طریقہ اس طرح ہے کہ آپ اس حدیث کی سب سے پہلے تخریج کریں کہ یہ حدیث کس کس کتاب میں آتی ہے، جتنی کتب حدیث میں وہ حدیث آتی ہے۔ ہر ایک کتاب کی سند الگ الگ لکھتے جائیں مثلاً آپ کے پاس اس ایک حدیث کی (۱۰) سندیں جمع ہوگئی ہیں، اب ان تمام اسانید میں غور کریں کہ یہ جمع کیا ہوتی ہیں جس راوی پر یہ سندیں جمع ہو رہی ہیں گویا وہ مرکزی راوی ہے جس کے بعد دس کی دس سندیں ایک ہوگئی ہیں اور اس مرکزی راوی سے پہلے سندیں مختلف ہیں اب ہر ہر راوی پر تحقیق شروع کریں۔

راوی کی تحقیق اس طرح کریں گے:

(۱) راوی کا تعین کہ یہ وہی راوی ہے جس کی تلاش ہے اس کا تعین اساتذہ اور شاگردوں کو دیکھنے سے ہوتا ہے اس میں راوی کی کنیت اور نسبت بھی معاون ثابت ہوتی ہیں۔ راوی کے تعین کے بعد راوی پر جرح و تعدیل دیکھی جائے (اس پر مفصل بحث اپنے مقام پر ہوگی)

رواۃ کی صحیح تعیین کرنا بہت ضروری ہے: دوران تحقیق جس راوی جرح و تعدیل کے لحاظ سے کرنی ہے سب سے پہلے اس راوی کی تعیین ضروری ہے کہ راوی کون ہے، اصل نام سے واقفیت کی جائے پھر دیگر امور پر عمل کیا جائے بعض محققین اس میں عجلت کی وجہ سے کی تعیین میں غلطیاں کر جاتے ہیں جس سے راوی کوئی سے کوئی ہو جاتا ہے۔ بطور نمونہ چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔ کتاب الصمت لابن ابی الدنیا کی تحقیق دکتور نجم عبدالرحمن خلف نے کی ہے اس کتاب کی تحقیق میں محقق سے بہت فحش غلطیاں راویوں کی تعیین میں سرزد ہوئی ہیں جن کی تفصیل محدث العصر امام ابو اسحاق الحوینی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب "تحقیق کتاب الصمت (مقدمہ: ص ۵ تا ۱۵) میں درج کی ہے اس سے مثالیں پیش کرتے ہیں شیخ حفظہ اللہ نے تو (۴۷) مثالیں پیش کی ہیں: (۱) کتاب الصمت رقم الحدیث: ۲۳، عاصم، عن ابی وائل، محقق نجم عبدالرحمن خلف نے کہا "عاصم ھو ابن سلیمان۔ محدث الحوینی نے فرمایا: وھذا خطاء انما ھو عاصم بھدلہ (۲) کتاب الصمت رقم الحدیث :۲۹، عن ابن ابی لیلیٰ، محقق نجم نے کہا: ابن ابی لیلی ھو عبدالرحمن الصاری: المدنی الکوفی ثقۃ من الثامنۃ۔ محدث الحوینی نے کہا: یہ غلطی ہے درست یہ تو محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ہے (۳) کتاب الصمت رقم: ۳۵ عبداللہ بن محمد الانصاری محقق نے کہا: عبداللہ بن محمد الانصاری لہ الاذان مختلف فیہ محدث الحوینی نے کہا: یہ غلطی ہے درست یہ ہے کہ وہ عبداللہ بن محمد ابن سعد الانصاری ہے (۴) کتاب الصمت: رقم، ۱۷۶ الاعمش عن صالح بن حیان: ثقۃ اخر ھما صالح بن حیان القریشی ضعیف ہے۔

(جاری ہے)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

از قلم: ابوطلحہ بن ثناءاللہ مجاہد کھچی والا

مقدم السابقون الاولون میں	ایسا رتبہ بلند پایا صدیقؓ نے
گروہ عشرہ مبشرہ میں سر فہرست	وصف ایسا بلند پایا صدیقؓ نے
عہدہ ملا جن کو سرور انبیاء کا	ایسا انمول یار بنایا صدیقؓ نے
پیغمبر خدا کے صرف اک اشارے پہ	گھر کا سارا مال لٹایا صدیقؓ نے
کہا آپ ﷺ نے تم نار جہنم سے عتیق ہو	ایسا وصف تقویٰ اپنایا صدیقؓ نے
سرور دو عالم سے کرتے ہوئے وفا	بے دھڑک خون اپنا بہایا صدیقؓ نے
صدق سے کیا زباں کو اتنا مزین	صدیق خود کو کہلوایا صدیقؓ نے
لڑ کھڑا نہ سکے بڑے بڑے طوفاں بھی	دیں پہ قدموں کو ایسے جمایا صدیقؓ نے
محبت کی آپ نے اسلام سے اس قدر	کہ کفر کا ہر نقش مٹایا صدیقؓ نے
قرب الٰہی و جنت کے حصول کی خاطر	آرام دنیا کا گنوایا صدیقؓ نے
جو طریقے سکھائے محمد عربی ﷺ نے	انہی طریقوں سے دل لگایا صدیقؓ نے
طلحہ ان کو خدا کا ڈر تھا اتنا	کہ تقویٰ سے خود کو سجایا صدیقؓ نے

بقیہ درس حدیث

جیسا کہ خیثمۃ بن عبدالرحمن بن ابی سبرۃ بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن عمروؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران ان کا خازن آیا انھوں نے اپنے خازن سے سوال کیا أَعْطَيْتَ الرَّقِيقَ قُوتَهُمْ کیا تو نے غلاموں کو ان کے اخراجات یعنی کھانے اور پینے کے لیے دیا ہے اس نے کہا نہیں تو صحابی رسول ﷺ نے فرمایا: فَانْطَلِقْ فَأَعْطِهِمْ تم واپس جاؤ اور انھیں کھانے کے لیے دو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔ كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوتَهُ "کسی آدمی کی (ہلاکت کے لیے) اتنا ہی کافی ہے کہ جن کے اخراجات اس کے ذمہ ہوں ان کے اخراجات روک لے" (مسلم کتاب الزکاۃ باب فضل النفقۃ علی العیال ج4 جز7 ص70 رقم الحدیث: 996)

آج وطن عزیز کو چاروں طرف سے خطرات لاحق ہیں اور ہر طرف بدامنی کا راج ہے لوگ فاقہ کشی کی بنا پر خودکشی کر رہے ہیں۔ لوگ اپنے آپ کو گھروں، نہ بازاروں اور نہ ہی عبادت گاہوں میں محفوظ سمجھتے ہیں۔ ان حالات کے اسباب میں سے ایک سبب امیر اور غریب کے درمیان فرق کی دیوار ہے کیونکہ امیروں کا رہنا سہنا ان کی مراعات، تعلیم بالکل غرباء سے جدا ہے، یہی وجہ ہے کہ امیر غریبوں اور حاکم رعایا اور رعایا حاکموں سے اور غریب لوگ امراء سے نفرت کرتے ہیں حالانکہ دین اسلام نے ایسی نفرت کی دیواروں کو گرا کر پاش پاش کر دینے کا حکم دیا ہے۔ اسلام کے انہی سنہری اصولوں کو اپنا کر وطن عزیز کو مثالی امن کا گہوارہ بنایا جا سکتا ہے۔

WEEKLY
TANZEEM AHL-E-HADITH CPL-104
LAHORE

سلف صالحین سے طریق کار کا علمبردار

جامعہ اہلحدیث لاہور

تعارف: جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور الحمدللہ اپنے تعلیمی معیار اور قابل اساتذہ کے لحاظ سے انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ جس میں 28 قابل اور محقق اساتذہ کرام تعلیمی فرائض سرانجام دینے پر مامور ہیں۔

قائم کردہ: حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی، خطیب پاکستان حافظ محمد اسماعیل روپڑی، رئیس المناظرین حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی (تاسیس اول 1914 شہر روپڑ ضلع انبالہ۔ تجدید تاسیس: 1914 لاہور)

شعبہ جات: جامعہ ہذا نو شعبوں پر مشتمل ہے (1) تحفیظ القرآن الکریم (2) درس نظامی (3) وفاق المدارس السلفیہ (4) دارالافتاء (5) تصنیف وتالیف (6) فن مناظرہ (7) دعوت والارشاد (8) کمپیوٹر لیب (9) طب اور اس کے ساتھ ساتھ ایف اے تک عصری تعلیم کا معقول بندوبست۔

سعودی جامعات میں داخلے کے مواقع: جامعہ اہلحدیث کے طلباء کے لیے سعودی جامعات میں حصول تعلیم کے مواقع

وظائف: ہر ماہ طلباء کے لیے معقول وظائف

سالانہ اخراجات: جامعہ کا سالانہ خرچہ جس میں طلبہ کے قیام وطعام، ادویات، صابون، اساتذہ کرام وملازمین کی تنخواہوں سمیت ایک کروڑ دس لاکھ سے تجاوز کر چکا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ احباب کے تعاون سے پورا ہوتا ہے۔

تعمیری منصوبہ: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ احباب کے تعاون سے بیسمنٹ گراؤنڈ فلور اور فرسٹ فلور پر تدریسی و رہائشی بلاک، کچن اور ڈائننگ ہال مکمل ہو چکے ہیں جبکہ مزید دو فلور کی اشد ضرورت ہے جس کا تخمینہ تقریباً 80 لاکھ روپے ہے۔

اپیل: یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور احباب کے تعاون سے جاری ہیں اس لیے مخیر حضرات بڑھ چڑھ کر تعاون کا سلسلہ جاری رکھیں۔

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 0286-0107866-7 یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ برانڈرتھ روڈ لاہور پاکستان

منجانب: **حافظ عبدالغفار روپڑی** ناظم اعلیٰ جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور 0300-9476230/042-37656730